قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی (القرآن الکریم)

اپریل 1993ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور

شوال ۱۴۱۳ھ اپریل ۱۹۹۳ء ۱۹۹۳ء

جلد: ۱۴ شمارہ: ۸

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

ماہنامہ المرشد لاہور

فہرست مضامین

اداریہ		۳
جہاد سے غفلت	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
سوال و جواب		۱۲
دورہ ازبکستان	مقبول احمد شاہ	۳۴
برفانی دیس میں	ڈاکٹر عظمت بٹ	۴۲

بدل اشتراک

فی پرچہ: بارہ روپے ششماہی: ۶۵ روپے

چندہ سالانہ: ۱۲۰ روپے تاحیات ۱۲۰۰ روپے

غیر ملکی

سالانہ - تاحیات

سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۲۰۰ روپے - ۲۰۰۰ روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک ۵۵ سعودی ریال - ۲۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ ۱۲ سٹرلنگ پونڈ - ۶۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا ۲۵ امریکن ڈالر - ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ: ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق، پرنٹرز: طیب جمال، ریٹی گن روڈ - لاہور

ماہنامہ **المُرشد** کے ،

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظمِ اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

انسان نے ظلم و زیادتی کو مستقل اپنا رکھا ہے اور زندگی کو دکھ غم بے چینی اور بے اطمینانی کے سپرد کر رکھا ہے۔ پھر زندگی کے ان دشمن اثرات سے چھٹکارا پانے کے لیے مزید خطرناک قسم کے طریقے اپنا رکھے ہیں۔ کوئی سگریٹ پیتا ہے تو کسی نے جان لیوا قسم کے نشے اپنا رکھے ہیں۔ کچھ لوگ ناچ گانے کو روح کی غذا کا نام دیتے ہیں کوئی گھٹیا فلموں اور سستے لٹریچر میں سکون تلاش کرتا پھرتا ہے۔ یہ سب طریقے انسان کے ذہن و قلب کو مفلوج ہی کر سکتے ہیں اور زندگی کے کسی گوشے میں اگر خوشی اور سکون باقی ہو تو وہ بھی چھین لیتے ہیں۔ یہ تمام غیر فطری اعمال ہیں اور انسان جس وقت بھی غیر فطری اعمال اپناتا ہے اس کی زندگی سے قدرت کی عطا کی ہوئی نعمتیں رخصت ہونے لگتی ہیں۔ فطرت کے مخالف چلنے والا ہر راستہ تاریکی کی طرف لے جاتا ہے اور تاریکی میں ڈر' خوف اور بے اطمینانی کے سوا اور کیا مل سکتا ہے؟ یہ انسان کی کتنی بڑی بد نصیبی ہے کہ اس نے تاریکیوں کی طرف جانے والے ہر راستے پر اپنی زندگی کو چلنے پر مجبور کر رکھا ہے۔

زندگی' اللہ کریم کا ایک خوبصورت اور قیمتی تحفہ ہے جو انسان کو عطا کر دیا ہے اس کی صحت اور خوشحالی کی حفاظت انسان کا ایسا فرض ہے جسے عبادت کا درجہ حاصل ہے اللہ بڑا کریم ہے۔ وہ انسان کی زندگی کے ہر لمحے کو خوشحال اور پر سکون دیکھنا چاہتا ہے خوشحالی اور اطمینان کا آسان ترین راستہ بھی خود ہی سکھاتا ہے۔

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (۱۳:۲۸) صرف اور صرف ذکر الٰہی سے ہی دل کو قرار نصیب ہوتا ہے یہ ہر دکھ ہر درد اور ہر غم کے لیے تریاق ہے ہر مصیبت' ہر مشکل کے مقابلے کی قوت پیدا کرتا ہے۔ اسی سے زندگی میں سکون اور اطمینان آتا ہے اور دل و دماغ میں طاقت۔ ذکر الٰہی ایک ایسی لازوال نعمت ہے جس پر خرچ تو کچھ نہیں آتا لیکن اس سے جو کچھ نصیب ہوتا ہے وہ زندگی کو حقیقی خوشیوں سے بھر دیتا ہے۔ زندگی کا ہر لمحہ بہار بن جاتا ہے۔ دکھ درد' پریشانی اور بے اطمینانی کی غلامی سے آزادی کا لطف آپ کا دل تب ہی محسوس کر سکتا ہے جب وہ یاد الٰہی کے نشے سے آشنا ہو جائے۔ مشکلات اور مصائب کے ہاتھوں مجبور ہو کر جو وقت آپ رونے دھونے میں گذارتے ہیں وہ وقت ذکر الٰہی میں صرف کر کے دیکھیے اگر اس حقیقت کا آپ کو پہلے تجربہ نہیں تو یہ نسخہ بھی ضرور آزما کر دیکھیے۔

تاج رحیم

جہاد سے غفلت

: خصوصی تحریر مولانا محمد اکرم اعوان :

اسلام میں جہاد کی کیا اہمیت ہے اور اس کی کس قدر ضرورت ہے اس سے اعراض کرنے والے یا اس سے جان بچانے والے لوگوں کا اللہ کے نزدیک کیا مقام ہے سورہ توبہ کی آیات اس کو واضح فرماتی ہیں فرمایا ایسے لوگ جو کر سکتے ہیں جن کے پاس زاد سفر بھی ہے فرصت بھی ہے صحت بھی ہے کوئی عذر شرعی مانع نہیں بعض لوگوں کو اللہ کی طرف سے بعض ایسے مانع ہوتے ہیں جیسے صحت کی خرابی کا مزدوری ایسی ہے کہ ایک وقت کا کھانا دے کر بچوں کو باہر نہیں جاسکتے ان کی پرورش کا لیکن بعض لوگوں کو ان میں سے کوئی مجبوری بھی نہیں ہوتی صرف وہ اس لیے جہاد سے جی چراتے ہیں۔

رضوا بان یکونوا مع الخوالف وہ چاہتے ہیں اس مصیبت سے بچے ہی رہیں کون خواہ مخواہ کا درد سر لے اللہ کریم فرماتے ہیں یہ ہو رہی ہے بات عہد نبوی علیہ صاحب الصلوۃ والسلام کی اور ان لوگوں کی جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معذرت کر لی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے یہ کام نہیں ہو سکے گا اب ہمیں اجازت دیجئے ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہے ہم کیسے کر سکتے ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں انہوں نے پیچھے رہنا منظور کیا اگرچہ انہیں ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نصیب ہوا اگرچہ انہیں مجلس آپ کی نصیب ہوئی۔ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھیں لیکن جہاد سے جی چرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہوئے۔

طبع اللہ علی قلوبھم تو اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی **فھم لا یعلمون**○ اور مہر کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اب یہ کبھی بھی اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکیں گے کہ یہ کس تباہی میں جا رہے ہیں انہیں احساس ہی نہیں ہو سکے گا۔ اسی طرح دنیاداری کے اعتبار سے بہانے کرتے رہیں گے۔

یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیھم جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئیں گے جہاد سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عذر معذرت کریں گے دنیاداری کو سیدھا رکھنے کے لیے کوشش کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ میرے ساتھ باتیں نہ بناؤ وہ اس لیے کہ ہمیں اللہ نے تمہاری

باتوں کی اطلاع کر دی ہے جو کچھ تم نہیں جانتے جو تبدیلی تمہارے اندر آچکی ہے تمہارے قلوب میں واقع ہو چکی ہے اللہ نے مجھے اس سے بھی خبر کر دی ہے اس کے باوجود جب تک تم دنیا میں ہو اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے عمل کا جائزہ لیں گے اگر پھر بھی تم توبہ کرتے ہو پھر بھی اتباع رسالت کرتے ہو پھر بھی تم عملاً اس طرف آنا چاہتے ہو تو الگ بات ہے ورنہ اسی حال میں جس میں تم معذرت کر رہے ہو اس میں تو تمہیں جانا پڑے گا اللہ کے حضور جو غائب اور حاضر سب کو جانتا ہے پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم نے کتنا بڑا جرم کیا۔ اچھا اس میں رب جلیل نے ایک اور بڑی عجیب شرط لگا دی کہ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں باوجود استطاعت اور وسائل کے۔

اب دیکھیئے آپ نے جو سمجھ لیا ہے کہ جہاد کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی سر پر کفن باندھ لے اور بندوق ہاتھ میں لے لے اور جو سامنے آئے اسے اڑا دے یہ ضرورت نہیں ہوتی۔

جہاد نام ہے اس منظم کوشش کا جو مسلمان مل کر بھلائی کے اجراء کے لیے اور برائی کو روکنے کے لیے کرتے ہیں جہاد کی بنیادی ضرورت ہوتی ہے کہ جہاد کے لیے کوئی امام یا امیر ہو جہاد کے لیے کوئی ایسا انسٹی ٹیوشن ترتیب دیا جائے جو ایک گورننگ باڈی کا فریضہ انجام دے جو اس کے مختلف وسائل اور اس کے راستے تلاش کرے جو لوگوں کی مجاہدوں کی تربیت کا اہتمام کرے اور جو موقع اور محل تلاش کرے اور جو اس کی صورت معین کرے کہ کیا کیا جائے ہر آدمی اپنے اپنے طور پر لٹھ لے کر بھاگنے لگے تو یہ جہاد نہیں ہو گا اور اس کے لئے کبھی نہیں اسلام نے اجازت دی بلکہ جہاد کی بنیاد ہی اجتماعی قوت پر ہے جب آپ جہاد کا ارادہ کریں گے تو پھر سوال یہ پیدا ہو گا کہ اس جہاد کے لیے امیر کون ہو گا اس امیر کا نظام کیا ہو گا اس کے ساتھ لوگ کیا ہوں گے ان کے عہدے کیا ہوں گے ان کے فرائض کیا ہوں گے وہ کیا کریں گے ان کی وہ شوریٰ کیا ہو گی ان میں کون کون ہوں گے پھر وہ حالات کا جائزہ لیں گے پھر وہ ضرورتوں کا تعین کریں گے کس ضرورت کو سب سے زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے اور اس کے لیے کیا حل ہے یہ وہ طے کریں گے تو جو لوگ ان کے ساتھ جہاد کا فیصلہ کریں گے اس فیصلے پر ان کی خواہ جان بھی چلی جائے اس پر انہیں عمل درآمد کرنا ہو گا یہ صورت ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر کوئی ایسی صورت بنتی ہے اور کچھ لوگ جو استطاعت رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں نہیں یار یہ مصیبت ہم سے نہیں ہوتی ہمیں رہنے دو بہت لوگ کام کر رہے ہیں ہو رہا ہے یہ کرتے رہیں گے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ ان کے دلوں پر مہر کر دی جائے اور دلوں پر مہر اس دار دنیا میں سب سے آخری سزا ہے جو دی جاتی ہے مال اور اولاد کا نقصان ہونا یہ مومن و کافر میں مشترک ہے صحت و بیماری کا آجانا یہ دونوں پہ آجاتی ہے اگرچہ

اس کے نتائج اور اس کے ثمرات مختلف ہوں لیکن اس میں دونوں شریک ہوتے ہیں قلبی کیفیات کا تباہ ہونا یہ صرف کفر پر مرتب ہوتی ہے سزا ایمان پر نہیں ہوتی اور قلبی کیفیات کی تباہی میں آخری سزا یہ ہے کہ۔

ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ۔ سورۃ البقرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے منع فرما دیا بعض لوگوں کو تبلیغ کرنے سے۔

ءانذرتم ام لم تنذرھم لا یومنون۔ آپ صلی اللہ ان پر کوشش نہیں کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پہ کوشش کرتے رہیں گے محنت کرتے رہیں گے یا نہیں کریں گے یہ ایمان نہیں لا سکتے ایمان نہیں لائیں گے کیوں نہیں لائیں گے فرمایا ختم اللہ علی قلوبھم۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ان کے دل میں جا ہی نہیں سکتی جا ہی نہیں رہی قبول کیا کریں گے تو یہ وہ سزا ہے اس کی توجیہہ اور بھی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی کہ آدمی جب برائی کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نکتہ پیدا ہو جاتا ہے اگر توبہ کرتا ہے تو وہ مٹ جاتا ہے دھل جاتا ہے لیکن اگر توبہ نہیں کرتا اور مسلسل گناہ کرتا رہتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی رہتی ہے آخر ایک وقت آتا ہے کہ پورے دل کو قلب کی پوری کیفیت کو وہ سیاہی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اگر سارے کا سارا قلب سیاہ ہو جائے تو اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ اللہ کریم اس پر مہر کر دیتے ہیں کہ تم نے یہ خود خریدی ہے اسی کو رہنے دیں تو اس ظلمت نے اس سیاہی نے وقت لیا اس مہر کی کیفیت تک پہنچنے میں کفار کو ان کی عمریں صرف ہوئیں انہوں نے بڑے بڑے گناہ کیے بڑے بڑے جرائم کیے۔

لیکن جہاد سے جی چرانے والا ایمان کا دعوی بھی رکھتا ہے نمازیں بھی پڑتا ہے دوسرے فرائض بھی ادا کرتا ہے اور صرف ایک جہاد پر جانے کے وقت باوجود اس کے کہ وہ جا سکتا ہے کوئی عذر شرعی نہیں ہے لیکن وہ بہانہ کرتا ہے تو یہ ایک جرم مہر لگانے کے لیے کافی ہے یعنی آپ دونوں کی کیفیت یا دونوں پر مرتب ہونے والی سزا کا اندازہ فرمائیے کہ ایک طرف ایک آدمی ہے جس نے ایمان کا دعوی ہی نہیں کیا اس نے کبھی اللہ کریم کو سجدہ نہیں کیا کبھی اللہ کا ذکر نہیں کیا کبھی اس کے نبی علیہ السلام کو اللہ کا نبی علیہ السلام نہیں مانا اس کے باوجود ایک دم سے اس کے دل پر مہر نہیں ہوئی اس کفر میں رفتہ رفتہ وہ برائی میں آگے بڑھتا رہا

تو ایک جگہ آکر مہر کر دی گئی دوسرا آدمی ہے جو دعوئی ایمان رکھتا ہے لیکن باقی سارے فرائض ادا کرنے کے باوجود ایک فریضے سے جان بچاتا ہے اور ناجائز طریقے سے بچاتا ہے اس کی صحت ٹھیک ہے اس کے پاس مال ہے اس کے پاس کوئی عذر شرعی نہیں وہ جہاد میں شامل ہو سکتا ہے صرف اس خیال سے بہانہ کرتا ہے کہ کون یہ تکلف کرے اور مصیبت

ساتھ لے تو یہ ایک جرم ایسا ہے کہ اس کا سارا ایمان ساری عبادتیں سب کچھ ضائع کر کے اسے اس کفر کی بھی انتہائی سطح پر لے جاتا ہے جہاں اس کے دل پر مہر کر دی جاتی ہے۔

وطبع اللہ علی قلوبھم ۔ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی **فھم لا یعلمون**○ اور مہر کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پھر انہیں توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی۔ تو انہیں پھر بات کی سمجھ ہی نہیں آتی وہ خانہ ہی بند ہو جاتا ہے شعور کا اور فہم کا ادراک کا جو قلب میں ہے بند ہو جاتا ہے اور دین کو سمجھنا قلب کا فعل ہے دماغ کا نہیں دنیاداری کے لیے فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس آئیں گے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر کرنے آئیں گے اور بہانے کریں گے اور معذرت چاہیں گے معافی مانگیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ معافی مانگنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ تمہارے بہانوں کا کوئی فائدہ نہیں

اصل بات ہمیں بتا دی تو تم اس پر بہانے کر کے کیا کر لو گے اس کے باوجود اللہ ایسا کریم ہے کہ تمہیں موقع دیا ہے دنیا میں تمہاری زندگی ختم نہیں کی توبہ کا دروازہ بند نہیں کیا کوشش کر دیکھو اگر اپنے آپ کو بدل سکتے ہو لیکن اگر تم اس روش پر رہے تو عنقریب وہ وقت آ رہا ہے جب تمہیں علم الغیب والشھادۃ کے روبرو پیش ہونا ہو گا وہ ایسا علیم ہے کہ اسے تمہارے گناہوں کی پرستش کی ضرورت نہیں وہ خود تمہیں یاد دلائے گا کہ تم نے کیا کیا کیا اللہ کریم فرماتا ہے۔

سیحلفون باللہ میرے نام کی قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ہم مجبور تھے ہم یہ تھا وہ تھا صرف اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے درگذر کریں فرمایا۔

لتعرضوا عنھم آپ ان سے درگذر کریں اس لیے کہ **انھم رجس** یہ ذلیل لوگ ہیں ناپاک لوگ ہیں۔

وماوٰھم جھنم اور ان کا انجام دوزخ ہے۔ **جزاءً بما کانوا یکسبون**○ جو کچھ انہوں نے کیا اس کا بدلہ دے دیا گیا اس سے آگے بڑی عجیب بات فرمائی رب کریم نے۔

فرمایا جو جہاد سے جی چراتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر جہاد سے واپس آئیں۔ **یحلفون لکم لترضوا عنھم** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قسمیں اٹھائیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں معاف کر دیں بحیثیت انسان بحیثیت ایک شفقت و کرم کے بحیثیت رحمت عامہ کے بحیثیت فطری جذبات کے اگر **فان ترضوا عنھم** اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں معاف بھی کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی بھی ہو جائیں **فان اللہ لا یرضی عن القوم الفسقین**○ ایسے بدمعاشوں سے اللہ کبھی راضی نہیں ہو گا۔

یعنی یہ واحد جرم ہے جس پر یہ وعید ہے آپ پورے قرآن حکیم کو دیکھ جائیے سادہ سی شرط لگائی اللہ نے کہ میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کر لو میں راضی ہی راضی ہوں میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے صحابہ کرام مہاجرین و انصار جو ہیں **والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم** تم ان کا اتباع کر لو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ میری رضا کو پا لو گے یعنی خلوص کے ساتھ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کی خدمت اپنا لی ان کے نقش قدم کو اپنا لیا میں تم سے راضی ہو گیا۔ یہاں فرماتے ہیں اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی ہو بھی گئے ہیں ان بدمعاشوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ آپ اندازہ کیجئے کہ جہاد سے غفلت پر کتنا غضب الٰہی مرتب ہوتا ہے اور ہم نے بحیثیت قوم پورے عالم اسلام نے اسے چھوڑ دیا نہ صرف یہ کہ جہاد چھوڑ دیا ہے بلکہ ہم کفر کو پھیلانے میں اور کافروں کی سلطنتوں کو مضبوط کرنے میں معاون بن رہے ہیں اور مسلمانوں کی حیثیت یہ ہو گئی ہے جیسے دنیا میں کسی مسلمان میں زندگی یا غیرت ایمانی نام کی کوئی چیز نہ ہو۔

دنیا کے جانوروں کے لیے جنگلی حیات کا پرچار کرنے والی قومیں کروڑوں مسلمانوں کو آگ اور خون کی بارش میں نہلا دیتی ہیں اور افسوس کرتی ہیں اس بات پر کہ سمندر میں تیل بہہ گیا اور سمندری جانور مر گئے پرندے مر گئے چند مچھلیاں مر گئیں اس بات پر افسوس ہو رہا ہے پوری مغربی دنیا کو کہ گلف کے سمندر میں تیل بہہ جانے سے کچھ مچھلیاں بھی مر گئیں کچھ پرندے بھی مر گئے اور پورا یورپ اٹھ دوڑتا ہے اور ان کا علاج ہوتا ہے تیل کو صاف کیا جاتا ہے پرندوں کو اور مچھلیوں کو بچانے کے لیے کروڑوں ڈالر صرف کئے جاتے ہیں لیکن اس کے ساتھ مسلمان کی حیثیت اس جنگلی جانور جیسی بھی نہیں جس میں یورپ کو چھوڑ کر آپ کے جنگلوں میں یورپین حکومتوں کا تحفظ حاصل ہے یہاں جو آپ کا یہ محکمہ بنا ہوا ہے شکاریات کا اس کا پوری دنیا کا سربراہ ملکہ معظمہ برطانیہ کی ملکہ کا خاوند ہے

یعنی ملک آپ کے "جنگل آپ کے" جانور آپ کے" لیکن ان سے محبت کرنے والے وہ لوگ آپ کے بچے آپ کے بھائی آپ کی بیٹیاں آپ کے بیٹے بھوک سے مر جائیں بیماری سے مر جائیں اب آپ دیکھ لیں عراق میں کہتے ہیں ہمارے بندے مر رہے ہیں ہمیں دوائیں لینے دو کہتے ہیں سوچیں گے یعنی دوائی سے وہ کوئی بند بنا لیں گے وہ کہتے ہیں تم نے ہمارے دودھ کا کارخانہ تباہ کر دیا اور کئی لاکھ بچے دودھ کی کمی کا شکار ہو جائیں گے خدا کے لیے ہمیں باہر سے سوکھا دودھ درآمد کرنے دو کہتے ہیں غور کریں گے یعنی جنگلوں میں اور سمندروں میں جانوروں کی حیات کے تحفظ کا خیال ہے جن قوموں کو لاکھوں مسلمانوں کے مرنے کے لیے ایک بوند دودھ ایک قطرے دوائی کی اجازت نہیں وہ کہتے ہیں ہمارے پاس اپنا تیل ہے ہمیں بیچ لینے دو کہتے ہیں سوچیں گے اور

دنیا میں دو ارب دو سو کروڑ مسلمان ہیں تو یہ اسی بات کا انعام ہو رہا ہے ہم پر اسی بات کا اجر دیا جا رہا ہے ہم کو کہ دنیا کی کوئی قوم اٹھ کر مسلمانوں کو تہ تیغ کرتی ہے قتل عام کرتی ہے مارتی ہے عزت لوٹتی ہے تو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس لیے کہ جو پوچھنے والی ہستی تھی اسے ہم نے چھوڑ دیا جو طریقہ حیات وہاں سے ہمیں ملا تھا ہم نے چھوڑ دیا۔

پورا عرب چڑھ دوڑا مدینہ منورہ پر مدینہ منورہ ایک چھوٹا سا تین ہزار گھروں کی آبادی کا ملک تھا اسلامی مدینہ منورہ اسلامی ریاست تھی اسلامی حکومت تھی اسلامی ملک تھا جو کل تین ہزار گھروں پر مشتمل ایک چھوٹی سی کچے گھروں کی آبادی تھی جزیرہ نمائے عرب کے مختلف قبائل ان میں یہود نے شور اٹھایا مشرکین مکہ نے کوشش کی شعراء کو بھیجا وفود کو بھیجا اور کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ جمع ہوں اور پورا عرب جو ہے وہ اٹھا کر لے آئے اور انہوں نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا جسے آپ غزوۂ خندق کے نام سے جانتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق بنوائی دفاع کا ایک نیا طریقہ تھا وہ پریشان ہوئے بہرحال یہ کم و بیش اٹھتیس چالیس دن مسئلہ چلتا رہا منافق کہتے تھے کہ اِن مسلمانوں کو لستُرَ ھٰؤلاء دینھم۔ ان کے مذہب نے ان کو گھمنڈ میں ڈال رکھا ہے اب کے بچیں گے تو دیکھیں گے اب ان میں سے کوئی نہیں بچ سکے گا لیکن مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ۔

زادتھم لی ایمانا قرآن شہادت دیتا ہے کہ اس واقعہ سے ان کا ایمان مزید مضبوط ہو گیا تو سارا کفر جب ان پر چڑھ دوڑا تو انہیں اللہ کی رحمت کی جو امید تھی وہ زیادہ مضبوط ہو گئی اور وہ زیادہ جم گئی غرض یہ ایک چلہ تھا جو انتہائی مشکل تھا اسے خود اللہ کریم فرماتے ہیں وزلزلوا زلزالاً شدیدا۔ جھنجوڑ کر رکھ دیے۔ کھانے کو کچھ نہیں پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں اوپر لینے کو کپڑا نہیں رات کو سخت سردی ہوتی ہے باہر نکلنے کا سوال نہیں بیوی بچوں کے تحفظ کے لیے پیچھے کوئی بندہ نہیں سارا شہر خالی ہے لوگ خندقوں میں پڑے ہیں ایک دو دن نہیں پینتیس چھتیس دن ہو گئے ہیں اور کفر کی چھاؤنیاں بھری ہوئی ہیں ناچ رنگ ہو رہے ہیں اور کھا پی رہے ہیں اور اونٹوں کے اونٹ ذبح ہو رہے ہیں اور عیش ہو رہی ہے بالآخر اللہ کریم فرماتے ہیں میں نے وہ لشکر بھیج دی۔

جنودا" لم تروھا۔ جن کو کوئی نہیں دیکھ سکتا کافروں کو بھاگتے بنی۔ لیکن اس ثابت قدمی کا ایک معاوضہ دیا رب کریم نے۔ مہاجر و انصار صحابہ نے ثابت قدمی دکھائی۔ انعام اللہ نے دے دیا پوری امت کو قیامت تک کے لیے فرمایا:۔

وانتم الاعلون۔ اب تم ہمیشہ فاتح رہو گے یہ جو چلہ تم نے نکالا ہے مشکل میں اور تم نے میری اطاعت کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا دامن نہیں چھوڑا تو اس کا انعام یہ ہے کہ آج سے لے کر جب تک معمورہ عالم آباد رہے گا تب تک تم ہی فاتح رہو گے شرط یہ ہے ان کنتم مومنین اگر تم مسلمان ہی رہے یہ نہ سمجھو کہ ہم فلاں کی اولاد ہیں

اسلام کو چھوڑ دو اور فلاں کی نسل ہونے پہ یا عربی عجمی ہونے پہ یا گورا کالا ہونے پہ بڑا چھوٹا ہونے پہ تم میرا وعدہ پالو گے نہیں شرط یہ ہے **ان کنتم مومنین** اگر تم میں یہی جذبہ ایمان زندہ رہا اسی طرح میدان

جہاد میں ڈٹے رہے اسی طرح میرے احکام کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہے تو تم فاتح رہو گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تو فرمایا خوش خبری ہو مسلمانوں کے لیے آج کے بعد کافر تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے بلکہ تم ان پر کفر پر توبہ کے لیے اور ظلم سے روکنے کے لیے تم ان پر چڑھائی کیا کرو گے اور تاریخ گواہ ہے کہ خندق کے بعد کبھی کفار کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی جرات نہیں ہوئی اس کے بعد مکہ مکرمہ بھی فتح ہو گیا اس کے بعد سارا جزیرہ نمائے عرب فتح ہو گیا یہود تہہ تیغ ہو گئے اور سلطنت اسلامی پھیلتی ہی گئی رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی حتیٰ کہ اس دور میں جب پیدل سفر ہوتے تھے معلوم دنیا کا تین حصے رقبہ مسلمانوں کی ریاست میں شامل ہو گیا یعنی بڑھتے بڑھتے بڑھتے جنوبی افریقہ تک اور شمال میں چین اور سائبیریا تک اور مغرب میں ہسپانیہ تک اس کی سرحدیں پھیلتی چلی گئیں اس ربع صدی میں بائیس تیئس سالوں میں اس پھیلنے کے پیچھے اصل حقیقت کیا تھی وہ ان کا جذبہ ایمانی وہ اس شرط پہ پورے تھے **ان کنتم مومنین**۔

آج ہر طرف سے ہمیں کیوں مار پڑتی ہے اس لیے کہ ہم نے جہاد کا تو فلسفہ ہی بھلا دیا وہ تو بات ہی گئی یعنی ہر آدمی آپ اپنی ذاتی زندگی میں دیکھیں جہاد تو ہوتا ہے کہ روئے زمین پر رونما ہونے والے واقعات کے متعلق فکر کیا جائے کہ برائی کو روکا جائے بھلائی کو پھیلایا جائے آپ اس بات کو چھوڑ دیں آپ اپنے ملک کو چھوڑ دیں آپ اپنے محلے کو بھی چھوڑ دیں

آج کل تو لوگ اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر نہیں سوچتے کہ کوئی مر رہا ہے یا جی رہا ہے ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ میری اس چار دیواری کے اندر خیر ہو باہر کوئی مرے یا جئے تو اس کا نتیجہ یہ ہے جو ہم بھگت رہے ہیں اور اس کی سزا بڑی عجیب ہے۔ قرآن حکیم نے یہ جملہ صرف اس جرم پر ارشاد فرمایا فرماتا ہے۔

یحلفون لکم لترضوا عنھم اس کے لیے قسمیں اٹھائیں گے کہ آپ ان سے راضی ہو جائیں **فان ترضوا عنھم** اگر آپ راضی ہو بھی جائیں **فان اللہ لا یرضی عن القوم الفٰسقین** ○ اور فرماتا ہے اللہ ایسے بدمعاشوں سے کبھی راضی نہیں ہو گا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انہوں نے جی چرایا جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے اللہ فرماتا ہے نہیں یہ جرم ایسا نہیں ہے کہ چھوڑ دیا جائے اور کسی جرم پر یہ وعید نہیں آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے

تو بھی اللہ کریم اس پر گرفت کریں گے

نہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہر حال میں ضروری ہے کھانے پینے میں رزق کمانے میں بیع و شراء میں نکاح و شادی میں مرنے اور جینے میں لیکن جتنی شدت سے تاکید جہاد میں ہے اتنی شدت کی تاکید اور کسی عمل میں نہیں ہے اور یہ وعید کسی اور عمل میں نہیں ہے کہ تم نے میرے نبی علیہ السلام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی نبی علیہ السلام نے معاف کر بھی دیا تو میں نہیں کروں گا۔ تم نے نبی علیہ السلام کے کہنے پر زکوٰۃ نہیں دی نبی علیہ السلام نے معاف کر بھی دیا تو کسی جرم پر نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کہ اگر یہ **وان ظلموا انفسھم و جائوک** اگر یہ اپنے آپ ظلم کر بیٹھیں گناہ کر بیٹھیں تو آپ کے پاس آئیں **فاستغفروا اللہ** اللہ سے معافی چاہیں **فاستغفرلھم** رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے سفارش کریں آپ ان کے لیے دعا کریں میں انہیں معاف کر دوں گا کتنا بڑا جرم کر کے آجائیں کتنے بڑے گناہ کر کے آ جائیں زمین و آسمان کے درمیان کو گناہوں سے بھر دیں کوئی **جائوک** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ جائیں مجھ سے معافی چاہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش لائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی معافی کے لیے دعا کر دیں میں معاف کر دوں گا۔ لیکن یہ جرم جو جہاد سے پہلوتہی کرے تو فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاف کر دیں تو بھی نہیں کروں گا۔ اور یہ میں نہیں کہہ رہا اللہ کریم نے

یہ فیصلہ دے دیا فرمایا اور قرآن کے احکام اٹل ہیں ہمیشہ کے لیے ہیں تو آپ اندازہ کر لیجئے کہ ترک جہاد کی کتنی سزا ہے اور ہم نے صرف یہ نہیں کہ ہم نے جہاد ترک کر دیا ہم کافروں کی رضا مندی کے لیے اس پہ زیادہ محنت کر رہے ہیں جتنی محنت ہمیں اللہ کی رضا کے لیے جہاد میں کرنی چاہیے ہم امریکہ کو خوش رکھنے کے لیے یورپ کو راضی رکھنے کے لیے برطانیہ کی خوشنودی کے لیے کافروں کو راضی رکھنے کے لیے من حیثیت القوم ہم جہاد سے زیادہ محنت کر رہے ہیں نہ صرف یہ کہ جہاد سے پہلوتہی کی بلکہ کافروں کو مسلمانوں پر ظلم کرنے میں مدد دے رہے ہیں تو اگر ترک جہاد پہ یہ سزا ہے تو مسلمانوں کو من حیث القوم ہدایت نصیب کرے معافی عطا فرمائے اور توفیق عمل بخشے۔

سوال :۔ اب کفار کی مدد جو حکومتیں کر رہی ہیں عوام اس میں شامل نہیں ہوئے۔

جواب :۔ حکومت بنانے میں تو شامل ہیں نا اصل یہ ہے حکومت کے عمل میں ہم شریک نہیں ہیں لیکن جب حکومت بنتی ہے تو ہم یا اسی حکومت کو ووٹ دیتے ہیں یا Participate ہی نہیں کرتے ایک طریقہ یہ الیکشن کا طریقہ ہے مجھے خود اس سے اختلاف ہے یہ صحیح نہیں ہے لیکن یہ جو غلط طریقہ ہے اس کو بدلنے کے لیے تو آپ کو وہاں جانا ہو گا نا جہاں سے تبدیل کیا جا سکتا ہے وہاں پہنچنے کے لیے تو

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

سوال آپ کا جواب شیخ المکرم کا

سوال :۔ یہ جو ارشاد ہے حدیث شریف کا کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پہ بنایا ہے۔ **ان اللہ خلق اٰدم علی صورتہ**

جواب :۔ میرے خیال میں یہ پہلا سوال جو ہے کہ اللہ نے ہمیں کس صورت پہ بنایا ہے یہ اسی کے متعلق ہے تو صورت سے جو میں سمجھ سکا ہوں مراد شکل و صورت نہیں ہے۔ صورت سے مراد یہ ہے کہ چیزوں کو استعمال کرنا ان پہ حکومت قائم کرنا ان پر اپنا کنٹرول رکھنا مختلف چیزوں سے مختلف کام لینا یہ اللہ نے انسان کے مزاج میں رکھا ہے اور یہ صورت حال جو ہے یہ سزاوار ہے اللہ کو جس نے چیزیں بنائی ہیں کروہ ان چیزوں سے کام لے۔ تو وہ صورت وہ کیفیت اللہ نے انسان کو بھی انسان کی حیثیت کے مطابق دی ہے چونکہ صفات کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ صفت جب موصوف کی طرف منسوب کی جاتی ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق اس صفت کی استعداد بدل جاتی ہے مثلاً جب آپ کہتے ہیں کہ اللہ بصیر ہے تو بصارت کی صفت اس انداز سے ہو گی جیسی اللہ کو سزاوار ہے جب انسان کیطرف بات آتی ہے تو قرآن کہتا ہے **وجعلنہ سمیعاً بصیراً** ہم نے انسان کو سننے والا دیکھنے والا ہی **ان اللہ سمیعٌ بصیر** انسان کی طرف آئے گی۔ **وجعلنہ سمیعا بصیراً** تو جب سمیع و بصیر کا موصوف اللہ ہو گا تو وہ سمع و بصارت اس کی شان کے مطابق ہو گی جب سمیع و بصیر کا موصوف انسان ہو گا تو سماعت و بصارت انسان کی حیثیت کے مطابق ہو گی کہ جیسا انسان ہو گا ایسی ہو گی نبی علیہ السلام کی بصارت اپنی ہو گی صحابی کی اپنی ہو گی ولی کی اپنی ہو گی مومن کی اپنی ہو گی اور کافر کی اپنی ہو گی کیونکہ یہاں تو مطلق انسان ہے نا تو یہ جو ہے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پہ بنایا اس میں ہے کہ وہ داعیہ وہ جذبہ چیزوں سے کام لینے کا خدمت لینے کا اپنے استعمال کرنے کا یہ اللہ نے مطلق انسان میں رکھا اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ کافر بھی ایجادات کرتے ہیں کافر بھی جہاز بنا لیتا ہے تو چیزوں کو استعمال کر کے ان پہ حکومت کرتا ہے نا۔ تو یہ شان اللہ نے اس لیے دی کہ یہ استعداد رکھتے ہوئے بھی میری اطاعت کرتا ہے یا میرے مقابلے میں اکڑ جاتا ہے اگر انسان میں یہ استطاعت ہی نہ ہو تو

پھر تو وہ اطاعت ہی کی زندگی بسر کرتا جیسے جانور کرتا ہے کہ وہ عدم اطاعت کیوں کرے اس کی روٹین لائف ہے ایک بندھی بندھائی زندگی ہے اس کے باہر وہ نہیں جاتا آپ کسی جانور کو دانے دیں وہ دانے کھانا شروع کر دیتا ہے وہ پلٹنے کا' روٹی بنانے کا' سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سارے جانور قدرتی غذا کھاتے ہیں قدرتی پانی پیتے ہیں قدرتی لباس میں رہتے ہیں قدرتی ٹھکانوں میں بسر کرتے ہیں لیکن انسان کو اللہ نے جس طرح وہ خود چیزیں تخلیق کرتا ہے اس طرح اسے نئی نئی چیزیں بنانے کی ان سے فائدہ حاصل کرنے کی ان پر حکومت چلانے کی ان سے خدمت لینے کی ایک استعداد دی گئی ہے اور یہی استعداد اس کا امتحان بن گئی ہے کہ وہ خود خدا بن جاتا ہے یا یہ سمجھتا ہے کہ یہ ساری چیزیں میرے پاس کسی کی دی ہوئی ہیں میں تو اسی مٹی کا ایک ڈھیر ہوں تو میرے خیال میں اتنا جواب کسی حد تک کافی ہے وقت ہی اتنا ہوتا ہے۔

سوال:۔ دوسرا سوال ہے کہ مراقبے میں اگر ہمیں کچھ نظر آجائے تو آپ کے سوا کسی اور کو بتا سکتے ہیں؟

جواب:۔ مراقبات میں جو کچھ نظر آتا ہے اس میں سے اسی چیز کو دیکھنا چاہیے جس چیز کا تعلق ہمارے دین کے ساتھ ہے جیسے دنیا میں ہمیں بے شمار چیزیں نظر آتی ہیں لیکن ہم دیکھتے راستہ ہیں ہم جدھر جا رہے ہوتے ہیں اس کے ارد گرد باغات بھی ہیں پہاڑ بھی ہیں لیکن آدمی جو سٹیرنگ پہ بیٹھا ہے وہ صرف دیکھتا سڑک ہی ہے اس لیے کہ اسے اپنی منزل پر پہنچنا ہوتا ہے تو مراقبے میں بھی اگر آدمی دائیں بائیں دیکھنا شروع کر دے تو بے شمار چیزیں نظر آتی ہیں اور بتانا شروع کر دے تو بے شمار افسانہ بنتا ہے لیکن حق یہ ہے کہ مراقبے میں بھی خود کو سٹیرنگ پہ محسوس کرے اور اپنے کام پر توجہ رکھے اپنے مقصد کی چیزوں کو دیکھے تو کوئی دوسرا بھی جو صاحب حال ہے جسے خود تو انکشافات ہوتے ہیں اس سے تو بات کی جا سکتی ہے جسے نہیں ہوتے اس کی سمجھ سے باہر ہوتی ہے اس سے بات کرنا اسے پریشان کر دیتا ہے۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **قولو الناس علی قدر عقولھم او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** کہ لوگوں سے ان کی عقلی استعداد کے مطابق بات کریں ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جھوٹا نہ کہا کرو تو صحابہ لرز اٹھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس میں جرات ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی مانے اور جھوٹا بھی کہے فرمایا اس طرح تو نہیں کہتے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے لیکن کسی ایسے آدمی کے سامنے میری کوئی بات بیان کر دیتے ہیں جس بات کو وہ سمجھ نہیں سکتا تو وہ کہتا ہے یہ جھوٹ ہے تو یہ تو اس بات کرنے والے نے مجھے جھوٹا کہلوایا جیسے اس نے خود کہہ دیا ایک آدمی میں استعداد نہیں اس کے ساتھ بات نہیں کرنی چاہیے۔

سوال:۔ خواب آپ کے علاوہ کسی اور کو بتا سکتے

ہیں۔

جواب :۔ خواب خواب ہوتے ہیں اور ہم مکلف ہیں حقائق کے۔خواب اچھا آئے تو اللہ کا شکر ادا کرو برا خواب آئے تو اسی وقت آنکھ کھلے تو تین دفعہ لاحول پڑھ کر پھونک دو اور بھول جاؤ خواب خواب ہوتے ہیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے ان سے کسی نے اس طرح کی خواب بیان کی تھی میں نے یہ دیکھا میں نے یہ دیکھا تو انہوں نے فرمایا

نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

نہ تو میں رات کی ظلمت ہوں نہ رات کا پجاری کہ خواب کی باتیں کروں

من غلام آفتابم ہماں آفتاب گویم

میں تو سورج کا غلام ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا رشتہ ہے میں جو کہتا ہوں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کہتا ہوں میں خوابوں والوں کو کچھ نہیں سمجھتا۔

تو ہم مکلف ہیں ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے۔خواب میں کوئی اچھا نظر آیا الحمد اللہ برا نظر آیا تو لاحول ولا لیکن ہم ماننے کے اور عمل کرنے کے مکلف ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے

غلام آفتابم ہماں آفتاب گویم

خواب میں بعض اوقات روح شیطانی کام کرتی ہے اس کا آدمی مکلف نہیں ہوتا خواب میں ہر آدمی یا نبی علیہ السلام یا ولی جس سے ہماری ملاقات ہو ہمارے ساتھ ہماری زبان بولتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے روح کی الگ زبان ہے اور سب روحوں کی زبان ایک ہوتی ہے۔ روح کی زبان میں الفاظ نہیں ہوتے الفاظ مادی زبان کے لیے ہیں روح کی جو زبان ہوتی ہے اس میں مفہوم جو ہوتا ہے ایک دل سے دوسرے دل پہ القا ہو جاتا ہے اور مفہوم سارے زمانے کے ایک ہیں زبان سے آپ کہیں گے تو اردو میں پانی کہیں گے فارسی میں آب کہیں گے انگریزی میں واٹر کہیں گے عربی میں ماء کہیں گے پشتوں میں اوبہ کہیں گے اس طرح یہ بدلتا جائے گا لیکن پانی تو پانی ہی رہے گا جو زبان روح کی ہو گی اس میں پانی کا جو تصور یا مفہوم جو دل میں آتا ہے انگریز کو واٹر سننے سے جو اس کے دل میں آتا ہے اردو والے کو پانی سننے سے جو اس کے دل میں آتا ہے فارسی والے آب سننے سے جو اس کے دل میں آتا ہے وہ کیفیت ایک روح سے دوسری روح کو ٹرانسمٹ ہو جاتی ہے اس لیے ارواح کی زبان مختلف نہیں ہوتی اور برزخ کی زبان ہی ایسی ہے۔

سوال :۔ کرامت غوث اعظم صحیح ہے یا غلط ڈوبتی ہوئی کشتی کو ترانا۔

جواب :۔ یہ خرافات ہیں اور لوگوں نے چندہ لینے کے لیے بنائی ہوئی ہیں کرامت کا مفہوم آپ کو بتا دوں کرامت جو ہوتی ہے ولی کی وہ دراصل نبی علیہ السلام کا معجزہ ہوتا ہے ولی کی اپنی نہیں ہوتی یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام کا سچا پیروکار

ہے اور اس کے ہاتھ سے بھی وہ معجزات ظاہر ہو رہے ہیں جو اصل میں نبی علیہ السلام کا معجزہ ہے اس کا ظہور ولی کے ہاتھ پر ہو رہا ہے اس لیے اسے کرامات کہتے ہیں۔ ولی کا معجزہ بھی اس کا ذاتی نہیں ہوتا فعل اللہ کا ہوتا ہے صادر نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔ معجزہ اور کرامت یہ ہوتی ہے کہ اس کے ظہور سے لوگوں کے دین کا بھلا ہو لوگوں کے عقیدے کی اصلاح ہو اور لوگوں کو اللہ کا قرب نصیب ہو وہ ہوتی ہے کرامت۔ یہ جسے عرف عام میں کرامت کہا جاتا ہے یہ شعبدہ بازی ہے اور اس سے اولیاء اللہ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لوگوں نے جسے فیض سمجھ لیا ہے نا لوگ سمجھتے ہیں کہ میں فلاں دربار پر گیا تو میری روزی وسیع ہو گئی فلاں دربار پر گیا تو بیماری ٹھیک ہو گئی یہ فیض نہیں ہے فیض ہے اولیاء اللہ کا انبیاء علیہم السلام کا کہ بندے کا رشتہ رب کریم سے جوڑنے کا یہ بہت بڑی بات ہے باقی جو چیزیں ہیں یہ ہیں روٹین ورک اور اولیاء اللہ سے دعا کرانا یہ ایک علاج ہے کسی نیک بندے سے دم کروانا یہ بھی ایک علاج ہے جیسے کسی طبیب سے آپ نے پڑیا لے لی۔ پڑیا میں اثر بھی اللہ نے ڈالنا ہے اس کے دم اور اس کی دعا میں اسی نے پیدا کرنا ہے کرامت یہ ہے کہ کس آدمی کی وجہ سے کتنے لوگوں کا تعلق رب کریم سے جڑ گیا یا کہیں لوگ گمراہ ہو رہے تھے وہاں کوئی ایسا واقعہ عجیب ظاہر ہوا اس آدمی کی وجہ سے کہ وہ لوگ ہدایت کی طرف آگئے یہ جو ہیں یہ

اس طرح کی باتیں یہ ہمارے ان لوگوں نے جمع کر لی ہیں جو بہت سے بڑے بڑے اہل اللہ تھے ان کی جگہ جب وہ اٹھے تو کوئی اللہ اللہ تو حاصل نہ کر سکا لیکن گدی نشین تو بن گیا تو اب لوگوں کو وہ کیا سکھائیں کیا بتائیں اصل تو پاس نہیں انہوں نے افسانے جوڑ لیے ڈھول بجانے شروع کر دیے قوالیاں کرنی شروع کر دیں عرس شروع کر دیے آمدن کے ذرائع بنا لیے تو وہ ایک سارا تماشہ بن گیا اس کا دین سے تعلق نہیں تھا۔

حضرت سیدنا غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بہت عظیم اولیاء اللہ میں سے ہوئے ہیں اور بہت بلند منازل کے حامل ہیں اور ان کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ ان کے زمانے میں شیعیت بہت عروج پر جا رہی تھی جس کی کمر انہوں نے توڑ دی اور بڑے بڑے نامور شیعہ جرنیل ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے اور اس بات پر انہیں بادشاہ نے، نیم روز صوبہ ہوا کرتا تھا وہ جاگیر کے طور پر عطا کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا تھا کہ میں کسی صوبے کی صوبے داری کے لیے کام نہیں کر رہا میں جس کے لیے کام کر رہا ہوں وہ مجھے جانتا ہے اور مجھے اس سے زیادہ ملنے کی امید ہے یعنی ایک تاریخی کام انہوں نے اپنے زمانے میں کیا۔

سوال:۔ صحبت شیخ سے کیا مراد ہے؟

صحبت شیخ کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ

وقت جو ہے شیخ کے ساتھ گزارنے کا اور اگر آدمی اکثر پاس نہ بیٹھ سکے پاس بیٹھنے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ لگ کر بیٹھیں جیسے آپ یہاں موجود ہیں تو یہ صحبت شیخ ہی ہے صبح شام ذکر نصیب ہو جائے تو یہ بھی صحبت شیخ ہی ہے ملاقات ہو جائے یہ صحبت شیخ ہے اس کا اثر اگر آدمی سال الگ بیٹھ کر ذکر کرتا رہے تو وہ روح میں استعداد پیدا ہوتی ہے ترقی نہیں ہوتی جب شیخ کے پاس بیٹھتا ہے تو جتنی استعداد ہوتی ہے آن واحد میں اتنی ترقی نصیب ہو جاتی ہے کیونکہ اس کے دل سے اس کے دل نے اخذ کرنی ہوتی ہے اور یہ تمام سلاسل میں ہے اس سلسلہ عالیہ میں یہ ہے کہ ایک سٹیج ایسی آتی ہے کہ اس پر پہنچ کر آدمی دنیا میں کہیں بھی ہو وہ صحبت میں رہنے کے برابر ہے تو اس کے منازل چلتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے منازل میں جو قوت ملاقات سے نصیب ہوتی ہے دور رہ کر نہیں ہوتی۔

سوال :۔ نئے آدمی کو ہم آپ کے پاس کس حالت میں لے کر آئیں ذکر کرانا ضروری ہے کہ نہیں۔

جواب :۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپ آدمی کو ذکر کا طریقہ سکھائیں ذکر کرنا سکھائیں تاکہ میرے پاس آنے تک کچھ اس میں استعداد پیدا ہو جائے اللہ کریے ایک ہی توجہ سے اسے کچھ مراقبات نصیب ہوجائیں وہ یہیں آکر شروع کرتا ہے تو اس سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا جسے آپ لوگ شروع کرا کے محنت کرا کے لے آتے ہیں جتنا اس سے ہوتا ہے اسی لیے ہر ساتھی کو اجازت ہوتی ہے کہ ہر ساتھی دوسرے بندے کو لطائف سمجھا بھی سکتا ہے کرا بھی سکتا ہے۔

سوال :۔ بیوی ساری نمازیں نہ پڑھے کہنے کے باوجود تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب :۔ تو ہمیں بیوی کو برداشت کرنا چاہیے چونکہ بیوی تو ہے ہم کہنے کے مکلف ہیں سمجھانے کے مکلف ہیں وہ سہولتیں دینے کے مکلف ہیں اس کے باوجود اگر نہیں پڑھتی تو پھر برداشت کرنا چاہیے چونکہ اس پر بھی اللہ کریم اجر دیں گے اس برداشت کرنے کا اگر شوہر بدکار ہے نمازیں نہیں پڑھتا بیوی نیک ہے وہ اسے مشورہ دے سکتی ہے سمجھا سکتی ہے لیکن اس کو بنیاد بنا کر گھر نہیں اجاڑ سکتی گھر میں لڑائی نہیں کر سکتی اسے برداشت کرے اسی طرح اگر بیوی بے نماز ہے وہ نہیں ٹھیک ہوتی تو اسے آپ سمجھا سکتے ہیں کوشش کر سکتے ہیں لیکن اس حد تک نہیں جا سکتے کہ اسے برداشت ہی نہ کریں برداشت بہرحال کریں۔

سوال :۔ سکول میں شاف کے ساتھ کھانا کھانا کیسا ہے حرام ہے یا حلال

جواب :۔ جب کسی کے ساتھ کسی کے دستر خوان پر کھایا جاتا ہے تو وہ کھلانے والا مکلف ہے حرام ہے یا حلال کھانے والا تحقیق کا مکلف نہیں ہوتا اور طالب علم جو لے آتے ہیں تو ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ دوسروں کی دلجوئی ہوتی ہے مل کر بیٹھنا معاشرے میں کٹ کر رہنا تو دین داری نہیں ہے معاشرے کے ساتھ رہنے سے۔ وہاں آدمی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو معاشرے میں ملیں تو خود ویسے ہو جائیں ان کے لیے معاشرے سے کٹ کر

رہنا ضروری ہے ایک وہ جو خود نہیں بدلتے ان کے ساتھ کوئی ہی بدلے گا ان کے لیے معاشرے میں ملنا واجب ہو جاتا ہے ان کے لیے الگ رہنا نہیں بلکہ ملنا واجب ہو جاتا ہے۔

سوال :۔ اعتکاف کے لیے اگر وہ چھٹی نہ دیں اور وہ کہیں کہ ہم آپ کی حاضری لگائیں گے تو کیا کرنا چاہیے۔

جواب :۔ تو آپ اعتکاف نہ بیٹھیں اعتکاف کوئی فرض عین نہیں جھوٹ بول کر اعتکاف بیٹھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک نفل عبادت ہے۔ نا مسنون عبادت ہے تو عبادت کرنے کے لیے جھوٹ بولنے کی ضرورت کیا ہے بھئی اگر چھٹی نہیں ملتی نہ بیٹھو کام کرو سیدھی سیدھی بات ہیرا پھیری کر کے چوری کر کے حج کرنے کی کیا ضرورت ہے ادھار مانگ کر حج پر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب آدمی مکلف نہیں اس کے پاس استطاعت نہیں کیوں جاتا ہے کیوں پنگا لیتا ہے۔ وہ فرائض جو اللہ نے فرض کیے ہیں ان کو پورا کرے ہم تنخواہ لیتے ہیں تو پڑھانا اور حاضر رہنا یہ ہم پر فرض ہے جس کی ہم تنخواہ لیتے ہیں اعتکاف سنت ہے اور سنت کے لیے فرض کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں جائز طریقے سے صحیح چھٹی ملتی ہے ضرور بیٹھیں بہت اچھی بات ہے نہیں ملتی نہ بیٹھیں اپنا کام کریں۔

سوال :۔ درود شریف بھی اللہ کے ذکر میں شامل ہے یا نہیں؟

جواب :۔ بھئی آپ درود کی بات کرتے ہیں ہر وہ کام جو سنت کے مطابق کیا جائے ذکر میں شامل ہے دین کے مطابق عمل ایک عملی ذکر ہوتا ہے کہ عمل دین کے مطابق کرنا لسانی ذکر ہوتا ہے درود پڑھنا قران پڑھنا تسبیحات پڑھنا اور یہ قلبی ذکر یہ تینوں ذکر کی اقسام ہیں۔

سوال :۔ آپ کا ایک سوال رہ گیا میں مس کر گیا میں نے شاید پڑھا تھا اور اس میں رہ گیا الصلوۃ و السلام علیکم یا رسول اللہ پڑھنا کیسا ہے۔

جواب :۔ الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ یہ درودوں میں سے ایک درود ہے اور اس میں علماء کو صرف اعتراض یہ ہے کہ اگر اس خیال سے آدمی پڑھتا ہے کہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا درود پہنچا دیتا ہے یا اللہ کے فرشتے پہنچا دیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اعتراض یہ ہے کہ جس طرح اللہ سنتا ہے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ میں اللہ کے برابر ہوں بلکہ اس دعوے کو تو مٹانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا عالی ہے تو عموماً جو لوگ پڑھتے ہیں مجھے ان سے بڑا اختلاف ہے اس لیے وہ کہتے ہیں کہ حضور خود سن رہے ہیں اس لیے پڑھتے ہیں اور پڑھتے لاؤڈ سپیکر پر ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ کوئی نہیں سن رہے یعنی دل نہیں مانتا کہ اگر میں یہ بات جو کر رہا ہوں میرے سامنے جیسے آپ سن رہے ہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سن رہے ہیں تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لاؤڈ سپیکر پر کیسے بات کروں جب کہ قرآن نے منع کر دیا ہے۔

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ وہ تو حرام ہے بلکہ خود حرام نہیں بلکہ ساری زندگی کی نیکیاں کھا جاتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شور کیا جائے تو آپ جب لاؤڈ سپیکر پر پورا زور لا کے کہتے ہیں الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ ۔ تو آپ کیسے مانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اگر مانتے ہیں تو آپ کی ساری نیکیاں گئیں تو یہ کھانے کے گانے بجانے کے گورکھ دھندے ہیں جس دن بجلی نہیں ہوتی اس دن تو الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کوئی نہیں پڑھتا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سنانا ہے تو بجلی کے بغیر بھی تو سناؤ تو اس کا مطلب ہے محلے والے کو سناتے ہیں مخالفین کو سناتے ہیں تو ہمیں ان چیزوں سے بالاتر رہنا چاہیے۔

میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ آدمی سارے وظیفے پڑھتا رہے ساری تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نہیں ہو گا لیکن اگر شیخ ایک چیز پڑھنے کو کہہ دے تو اس سے کتنا فائدہ ہوتا ہے تو اگر شیخ کے کہنے سے فائدہ ہوتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ یہ پڑھو تو کتنا فائدہ ہو گا۔ تو کیوں نہ وہ درود پڑھے جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں اور وہ میرے خیال میں سینکڑوں کی تعداد میں حدیث میں موجود ہیں یہ پڑھو یہ پڑھو یہ پڑھو یہ پڑھو تو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیوں نہ پڑھے جائیں۔ یہ تو ایجاد بندہ قسم کے ہیں ہے تو درود ہی کا ایک طریقہ لیکن کتنا اچھا یہ جی درود تاج ہے یہ درود لکھی ہے یہ فلانا ہے یہ سارے اچھے ہوں گے لیکن جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا پڑھو اس جیسا کہاں سے لاؤ گے۔ تو کیوں نہ وہ پڑھا جائے جو سنت میں موجود ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں اس طرح سے پڑھو اس طرح سے پڑھو۔

سوال :۔ لائبریری میں کتابیں پڑھنے کا طریق کار کیا ہے؟

جواب :۔ یہ کتابیں صرف خرید کر پڑھی جا سکتی ہیں یہ خالی شوق کے لیے نہیں اور ان سے ادارہ کوئی پرافٹ نہیں کماتا اور اگر ایک کتاب سے دو روپے بچتے ہیں تو دوسری میں تین روپے داخل کرنے پڑتے ہیں اور سال کا جب آڈٹ ہوتا ہے تو ہزاروں روپے جو ہیں وہ ادارے کو لائبریری کو چلانے کے لیے پلے سے دینے پڑتے ہیں یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ کام یہ اس وجہ سے ہے کہ ساتھی جو ہیں یہ کتابیں خریدتے کم ہیں جو کتابیں چھپتی ہیں ان پر لاگت آجاتی ہے ان کو اگر آپ خریدیں گے نہیں وہ خرچ نہیں ہوں گی تو وہ لاگت جام ہو جاتی ہے پھر وہ وقت کے ساتھ ساتھ نقصان دے جاتی ہیں ہم بڑی مشکل سے چلاتے ہیں اسی لئے آج تک المرشد کا فائدہ نہیں ہوا اس میں نقصان آتا ہے ہمیشہ اس لیے کہ ایک فائدہ ہوتا ہے رسالوں کو اشتہارات سے اور المرشد میں اشتہارات چھاپنے شروع کر دیں تو مضامین کم ہو جائیں گے ہم یہ چاہتے ہیں کہ مضامین لوگوں کو زیادہ پہنچیں

تو پھر لوگوں کو المرشد خریدنا چاہیے کہ کم از کم وہ زندہ تو رہے اور ساتھی کم خریدتے ہیں کتابیں کم خریدتے ہیں تو میرے بھائی آدمی ایک کپ چائے کم پی لے ایک ڈبیہ سگریٹ کی کم لے لے ہر مہینے ایک کتاب یا ایک المرشد خرید سکتا ہے ایسی کوئی بات نہیں اور کتابوں کا خریدنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ان کا پڑھنا ضروری ہے دوسری بدقسمتی یہ ہے کہ جو ساتھی خرید لیتے ہیں وہ پڑھتے نہیں ہیں بلکہ رکھ چھوڑتے ہیں وہی سوال کرتے ہیں جو ان کتابوں میں بارہا بتائی گئی ہیں پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس کتاب ہے یہ پڑھتے نہیں تو کتابیں خریدیے بھی اور کتابیں پڑھیے بھی کتابوں پر جو پیسہ لگتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا وہ اگلی نسل کو بھی منتقل ہو جاتا ہے آپ آنے والوں کو بھی بہترین ذخیرہ دے کر جائیں گے۔

سوال :۔ اب یہ سوال ہے اس کا نمبر ہے ۲۹ یا جس کی کاپی پھاڑی ہے اس کے صفحے کا نمبر ہو گا۔ تو یہ آپ کا بیٹی وال ہو گیا یہ سوال آپ کے ساتھ کا ہے اور بہت عمر رسیدہ سوال ہے اس میں انہوں نے بڑے مزے کی بات لکھی ہے۔ ایک آدمی حلقہ ذکر میں شامل ہوا اس کی دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیعت بھی ہو گئی اب وہ ذکر چھوڑ بیٹھا کئی سال تک ذکر کرنے سے محروم رہا اب دوبارہ جو ہے وہ ذکر کرنے لگا ہے تو کیا نئے سرے سے مراقبات کرائے جائیں گے اسکی دوبارہ روحانی بیعت کروائی جائے گی؟

جواب :۔ اس طرح ہوتا رہتا ہے بعض لوگ بعض اوقات اسلام سے مرتد ہو جاتے ہیں پھر اللہ انہیں توبہ کی توفیق نصیب کر دیتے ہیں مسلمان ہو جاتے ہیں یہ کوئی نہیں تصوف سے کوئی چلا گیا آ گیا۔ اسلام سے بھی چلے جاتے ہیں لوگ لیکن پھر کوئی نیکی کام آ جاتی ہے واپس آ جاتے ہیں یہ اس کی حالت پہ منحصر ہوتا ہے کہ اس نے ذکر کتنی دیر چھوڑا اور اس کے مراقبات کیونکہ ہمارا طریقہ کار یہ ہے کہ ہم مراقبات سلب نہیں کرتے اس لیے کہ اگر مراقبات سلب کیے جائیں تو ایمان تک سلب ہو جاتا ہے آدمی مسلمان نہیں رہتا ساری کیفیات سلب ہو جاتی ہیں ہمارے مشائخ کا قاعدہ یہ ہے کہ مراقبات سلب نہ کیے جائیں اگر آدمی چھوڑ بھی جائے تو اسے اللہ کے سپرد کر دو اسے حال پہ چھوڑ دو اگر وہ گناہ کبیرہ نہ کرے تو اس کے مراقبات ختم نہیں ہوتے کمزور ہوتے رہتے ہیں دھیمے ہوتے رہتے ہیں تو اگر وہ بچتا رہے اور عملی زندگی میں ٹھیک ٹھاک رہے تو ایک ملاقات میں بحال ہو جاتے ہیں لیکن اگر عملی زندگی میں عمل کو بھی ضائع کر بیٹھے گناہ کرتا رہے تو پھر وہ جتنی ٹوٹ پھوٹ ہو چکی تو اتنی مرمت کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو بحمد اللہ ہر چیز بحال ہو سکتی ہے لیکن ہر آدمی کے لیے ایک قانون نہیں بنا سکتے تو کوئی واپس جب آتا ہے تو وہ کتنی ٹوٹ پھوٹ لایا اتنی اس کے ساتھ محنت کی ضرورت پڑتی ہے۔

تو یہ تو تھے آج کے سوالات تو سوالات کچھ کم ہونا شروع ہو گئے ہیں یا میں مذاق وزاق کر دیتا ہوں تو

کچھ ساتھی گھبراتے ہیں۔ تو بھائی مذاق تو میں اس لیے کرتا ہوں کہ ہر وقت سیریس رہنا بھی کوئی صحت مند اصول نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسی مذاق فرمایا کرتے تھے وہ صرف یہ ہوتا ہے کہ مذاق مذاق میں کسی کی تضحیک کا پہلو نہ ہو کسی کو رسوا کرنا مقصد نہ ہو محض خوش طبعی کے لیے بات کرنا یہ تو سنت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ہر وقت بیٹھے رہنا جیسے کسی نے پوچھا تھا کہ مولوی صاحب کچھ پڑھے لکھے بھی ہو تو کہا پڑھا لکھا نہیں ہوں تو ویسے ہی سڑا بجھا ہوں (پڑھے لکھے ناں تے اویں ہی سڑے بجھے ہاں)۔ تو سڑا بجھا ہوا رہنا ضروری نہیں ہے آدمی کو آدمی کی طرح رہنا دوستوں کی طرح ملنا دوستوں کی طرح بیٹھنا کسی بات پہ ہنس لینا تو جائز ہے جس میں کسی کی تضحیک نہ ہوتی ہو اس لیے آپ میرے اس مذاق سے نہ گھبرائیں۔

سوال :۔ اگر کسی دوسرے سلسلے کے شیخ قادری چشتی یا سہروردی سے اچانک یا اتفاقاً ملاقات ہو جائے تو ان کے آداب کی کیا صورت ہو گی؟

جواب :۔ میری سمجھ میں تو یہ سوال ہی نہیں آیا اس کا جواب کیا دوں۔ اس کی میری سمجھ میں نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ ادب و احترام ہر انسان کے لیے اللہ نے مقرر کیا ہے یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ کسی غیر مسلم سے ملیں تو اس کے ساتھ بدکلامی سے ملیں ایک احترام سے انسانی اقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کسی کافر سے بھی ملیں گے تو انسانی اقدار کا لحاظ رکھتے ہوئے بات کریں گے پھر اگر دوسرے مسلمان سے ملیں گے تو اس کا احترام تو بہت بڑھ جاتا ہے کیونکہ اللہ کریم نے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی حرمت کو بیت اللہ کی حرمت کے برابر قرار دیا ہے پھر اگر مومنین میں وہ آدمی نیک بھی ہے پارسا بھی ہے تو میری سمجھ میں تو یہ سوال نہیں آیا کہ آدمی شیخ (اگر وہ نیک نہ بھی ہو) تو کیا آپ اس کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آئیں گے؟ یہ سوال ہی کوئی نہیں میاں ہر آدمی سے ملنے کے آداب بڑے عام ہیں اور بڑے سیدھے ہیں بات احترام سے کی جائے احترام سے ملا جائے۔ میرے خیال میں سوال کا منشا یہ ہے کہ آپ کا یہ جو ملنا ہے نا یہ وہ ہندوؤں والی رسم ہے جیسی وہ باؤں سے کرتے ہیں جیسے ہاتھ جوڑتے جائیں اور جھکا جائے گوڈے چومے جائیں تو یہ تو ساری غیر اسلامی باتیں ہیں اس کی ضرورت ہی نہیں اس کی تو میرے خیال میں جو میں سمجھ سکا ہوں جو اس سوال سے میں نے سمجھا ہے کہ یہ جو ساتھی پوچھنا چاہ رہا ہے کہ اس کے گئے گوڈے چومے جائیں اور اس کے آگے ہاتھ جوڑے جائیں اور یہ کیا جائے یہ تو ساری غیر اسلامی رسومات ہیں ان کی تو کوئی تک ہی نہیں بنتی یہ تو بڑی عام سادہ سی بات ہے۔

سوال :۔ دوسرا سوال جو ہے وہ یہ ہے کہ اگر قبر پر جائے کیا طریقہ اختیار کرے۔ اللہ پاک سے کیا مانگے طریقہ کیا ہے؟

جواب :۔ میری بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب اللہ زندوں پر شفقت کرنے سے بہت زیادہ دیتا ہے بن مانگے دیتا ہے تو آپ قبر پر جا کر کیوں مانگتے ہیں۔ کسی بیمار کی مدد کر دیں کسی فقیر کو کھانا کھلا دیں کسی مقروض کا قرض اتار دیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہو رہا تھا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میری یہ جو پرانی چادر اوپر ہے اس کا کفن دیا جائے حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ والد محترم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے نیا کفن بھی کوئی نہیں رہ گیا دنیا سے جاتے ہوئے ڈھائی گز کپڑا آپؓ کو دے دیا جائے؟ فرمایا بیٹے نیا کسی زندہ انسان کو دے دیتا وہ تو دنیا میں کچھ دن پہن لے گا مجھے قبر میں کونسے کپڑے اوڑھنے ہیں۔

اس بات سے میں اتفاق نہیں کرتا۔ اچھی بات ہے قبر والوں کے لیے سوچنا۔ والدین کے مرنے کے بعد ان کے ایصال ثواب کے لیے سوچنا۔ لیکن ایک بات یاد رکھ لو یہ ان لوگوں کا کام ہے جو اپنی زندگی میں اطاعت الٰہی کر کے زندگی کے فرائض پورے کرنے کے بعد قبر کی بات سوچی جائے۔ اگر آدمی پر زندگی میں جو چیزیں فرض ہیں وہ وہی پوری نہیں کر رہا تو قبر والوں کی سپورٹ جا کر کیا کرے گا۔ کوئی چور کسی کی سفارش کرنے کیا جائے گا۔ آپ نے دنیا میں دیکھا کوئی چور جاتا ہے کسی چور کی سفارش کرنے کیا جائے گا۔

بھئی میاں اگر ہم اپنے فرائض اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتے اپنے فرائض پورے نہیں کرتے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں ہوتیں۔ یہ جو قبر والوں کو دیا جاتا ہے یہ ہوتا ہے پرافٹ اور اس کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے نفل پرافٹ ہوتا ہے منافع ہوتا ہے۔ بزنس یا تجارت کے اصولوں میں منافع وہ رقم شمار ہوتی ہے کہ آپ نے جو اصل زر انوسٹمنٹ جو کی وہ واپس لے کر اس پر جو زائد کمایا وہ منافع ہوتا ہے آپ نے ایک لاکھ روپیہ انوسٹ کیا تو ایک لاکھ دس ہزار یا ایک لاکھ پندرہ ہزار کمائیں گے تو پندرہ ہزار پرافٹ ہو گا تو اگر آپ نے سرے سے کمایا ہی پندرہ ہزار تو لاکھ کو چھوڑیئے پندرہ ہزار پر بیٹھے ہیں کہ میں نے پندرہ ہزار کما لیا تو وہ کیسے پرافٹ ہو گا۔ جب ہم اپنے فرائض اپنی حلال کمائی اپنی محنت اپنی اولاد کی تربیت اپنے بزرگوں کی خدمت معاشرے کی ذمہ داریاں یہ ساری چھوڑ دیتے ہیں تو ایک سورۃ پڑھ کر مرنے والے کو بخش دی تو اس سے کیا ہوا بھائی۔ اچھی بات ہے ایصال ثواب کرو لیکن ایصال ثواب آپ پرافٹ سے کر سکتے ہیں اصل زر سے نہیں تو سب سے بنیادی بات جو نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے سکھائی وہ ہے اپنی ذمہ داریوں کی نگہداشت۔ اسلام تنظیم کا نام ہے جسے انگریزی میں ڈسپلن کہتے ہیں۔ نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ روزے فرض نہیں ہوئے تھے احکام نازل نہیں ہوئے تھے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسلام تھا تو ڈسپلن اس وقت

بھی ضروری تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو مسلمان کسی سمت نکلیں تو ایک کو امیر ہونا چاہیے یعنی ڈسپلن جو ہے اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی بیت اللہ جاتے ہوئے اس طرح قطار بنا کر جاؤ گھر میں بیٹھتے ہو تو اس طرح سے بیٹھو بات کرتے ہو تو اس طرح سلام کرنے کا یہ سلیقہ ہے تو میں یہ دیکھتا ہوں کہ ہم بڑی محنت کرنے کے بعد کئی کئی سال ذکر کرنے کے بعد بھی ڈسپلن سے بے نیاز ہوتے ہیں ایک جوتا وہاں پڑا ہے دوسرا اس کونے میں پڑا ہے مسواک کیا ہے وہ وہیں پڑا ہے جہاں وضو کیا ہے کپڑا کوئی گندہ ہے اتار کر وہ وہیں پھینک دیا کھانا یہاں کھایا برتن وہاں پھینک دیئے تو جو آدمی ان چھوٹی باتوں میں ڈسپلن اختیار نہیں کرتا وہ اللہ کے ساتھ معاملات میں کیسے کامیاب ہو سکتا ہے جو آدمی دنیا داروں کے ساتھ کسی ڈسپلن کسی نظم کسی طریقے کسی ترتیب سے نہیں رہ سکتا اپنے جیسے بندوں میں تو وہ مس فٹ ہے وہ اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں بیٹھنے کی جگہ کیسے بنا لیتا ہے؟ تو میرے بھائی پہلے تو زندوں کے ساتھ معاملہ کرنے کی تربیت حاصل کرو۔ اس کے بعد آپ قبر والے سے برکات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ آپ کا شیخ وہ مراقبات نہ کرا سکتا ہو تو کوئی صاحب قبر آپ کو نظر آئے جو ان مراقبات کا حامل ہے اور اس صورت میں کہ آپ کی برزخ میں رسائی ہو آپ کے مراقبات اتنے ہوں کہ آپ برزخ میں جا سکتے ہوں آپ دیکھ سکتے ہوں کہ واقعی اس کے منازل ہیں اور وہ آپ کو کرانا چاہے۔ تو یہ اس میں اتنے منازل لگتے ہیں کہ یہ Impossible بن جاتا ہے اور سب سے پہلی بات یہ ہے کہ رب جلیل نے ہمیں جو نعمت عطا کی ہے یہ آج تک کسی ولی اللہ کو عطا نہیں ہوئی ایک تاریخی حقیقت ہے اس میں کسی برائی کا کوئی پہلو نہیں ہے اللہ کے اپنے احسانات ہیں آج تک تبع تابعین کے بعد جتنے اولیاء اللہ گذرے ہیں ہم ان کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ رہا تقویٰ میں علم میں عمل میں وہ ہم سے بہت آگے ہیں وہ زمانہ نیکی کا تھا وہ رزق حلال کا عہد تھا وہ مجاہد لوگ تھے مجاہدے کرتے تھے ان سب باتوں میں وہ ہم سے آگے ہیں لیکن یہ نعمت جو اللہ نے ہمیں دی ہے یہ ایسی ہے کہ آپ کسی بڑے سے بڑے ولی اللہ کی لائف ہسٹری دیکھ لیں اور آج تک کوئی ایک ولی پوری دنیا کا شیخ کبھی مقرر نہیں کیا اللہ نے۔ کسی کے اپنے علاقے تک برکات محدود ہیں کسی کی ایک صوبے تک بہت بڑھ کر کسی نے کام کیا تو ایک ملک تھا بہت بڑا کام کیا تو دو چار مسلم ریاستوں میں ان کے شاگرد چلے گئے یہ تاریخ اسلامی میں پہلی دفعہ ہے کہ جو ذکر آپ کر رہے ہیں جو طریقہ آپ سیکھ رہے ہیں یہ جاپان سے لے کر الاسکا تک اور چین سے لے کر افریقہ تک اللہ کی پوری مخلوق میں پوری دنیا پر ہر ملک میں کچھ نہ کچھ لوگ سیکھ رہے ہیں کر رہے ہیں اور ان سب کا مرکز ایک ہے اور شیخ ایک ہے تو پھر آپ کو کیا ضرورت ہے کسی قبر والے سے جا کر پوچھنے کی۔ قبروں میں تو کوئی ایسا شیخ ابھی تک نہیں گیا پھر آپ کا اپنا شیخ

موجود ہے تو پھر اس سوال کی کیا ضرورت ہے آپ کو اللہ توفیق دے تو آپ زیادہ سے زیادہ برکات و منازل اپنے مرکز سے اپنے شیخ سے سیکھیں۔ اس لیے کہ اللہ نے آپ کو یہ نعمت دی ہے۔ آپ اگر وقت لے کر یہاں آتے ہیں تو اسے باتوں میں نہ لگائیں اسے ضائع نہ کریں اپنے ایک ایک پل کا حساب کریں آپ کا صرف کام اپنے دل کو اپنے برتن کو مانجنا ہے صرف اپنے آپ محنت کرنی ہے اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ میں اگر چار آنے کی استعداد ہو گی تو آپ کو روپیہ ملتا نظر آئے گا اور اس سلسلے میں اللہ نے قوت دی ہے آج تک آپ پوری تاریخ تصوف اٹھا کر دیکھ لیجئے سوائے کسی بڑے صاحب مجاز شیخ کے کوئی دوسرا کسی کو لطیفہ قلب بھی نہیں کرا سکا واحد اس سلسلے کو اللہ نے یہ فوقیت دے دی ہے کہ ایک آدمی یہاں آ کر لطائف سیکھتا ہے اسی دن گھر جا کر بیوی کو بچوں کو کراتا ہے ان کو بھی انوارات نظر آتے ہیں یعنی جس نے ایک دن کل ذکر کیا وہ جا کر کرواتا ہے جس نے خود صرف لطائف سیکھے وہ کرواتا ہے تو اگلوں کے لطائف روشن ہو جاتے ہیں تو یہ کوئی آپ کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ کسی صاحب قبر سے مراقبات یا برکات حاصل کرنے جائیں۔

اب رہی دوسری بات کسی قبر پر گذر ہوتا ہے تو دعائے مسنون ہر مسلمان کے لیے اور قبر کا احترام اور وہ قاعدہ موجود ہے۔ آپ سمجھے ہیں کسی بزرگ کی قبر ہے دعا کرنی ہے تو آپ دعا کریں کہ اللہ تیرا یہ نیک بندہ ہے مجھے بھی نیک ہی کر دے باقی دال روٹی تو ملتی رہتی ہے جو لوگ دنیا سے اپنی ذمہ داریاں پوری کر کے چلے گئے ہیں۔ آپ دنیا کے کام لے کر بے شک ان کے پاس مت جائیں۔ انہیں فکر نہیں ہوتی۔ خود مشائخ سلسلہ سے گذارش کی جائے تو بہت عطا کریں تو کسی معاملے میں دعا فرما دیتے ہیں ورنہ وہ فرماتے ہیں میاں تم دنیا میں ہو اور تمہیں دنیا کو فیس کرنا ہے ہمت کرو اللہ سے دعا کرو۔ محنت کرو کوشش کرو اور میں نے یہ دیکھا ہے کہ جب ہم اپنے مشائخ سے گذارش کریں میں نے یہ جرات ہی نہیں کی۔ مجھے یہ جرات ہی نہیں پڑتی کہ میں کوئی ایسی بات کروں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں ساتھی حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے کہتے تھے کہ فلاں حضرت سے ہماری سفارش کروا دو تو کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے کسی مشائخ میں سے کی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ بھی خود نہیں کہتے تھے کسی ساتھی سے کہتے تھے کہ یار تم میرا سلام کہہ کر یہ بات عرض کر دے تو مجھے اچھی طرح یاد ہے حضرت سلطان العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ہم سے بیگانی بھیڑیں نہیں چرائی جاتیں یہ جس کے لیے دعا کرنے کا کہہ رہے ہیں یہ آپ کے سلسلے میں ہے یہ اللہ اللہ کرتا ہے اگر اسے اللہ اللہ ضرورت نہیں ہے تو ہم خواہ مخواہ اس کے قرضے اتارنے اور بیماریاں دور کرنے کی دعائیں کرتے پھریں جو شخص اللہ سے بے نیاز ہے اس کے لیے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم ہاتھ اٹھاتے پھریں یہ تو ہے حقیقت۔ اس ساری چیز کی۔ رسومات جو ہیں وہ بے شمار ہیں کہ کسی قبر پر دیا

جلا دو کسی قبر پر چونا لگا دو زندے بھوکے مر رہے ہیں پینے کو پانی نہیں ملتا قبروں پر کئی کئی لاکھ خرچہ ہوتا ہے تو یہ ساری غیر شرعی رسومات ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں اور جس چیز کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اس سے کبھی فائدہ نہیں ہوا۔

سوال :۔ کیا ذکر کے لیے قبلہ رو ہو کر بیٹھنا ضروری ہے۔

جواب :۔ یہ جو طریقہ ذکر ہے قبلہ رو بیٹھا جائے یہ بیٹھنے کا ایک طریقہ ہے لیکن اگر کسی وقت کسی خاص سبب سے کسی جگہ کی تنگی کے باعث یا آدمی سفر کر رہا ہے کسی موٹر جہاز میں بیٹھا ہے قبلہ رو نہیں ہے تو قبلہ رو ہونا نماز کی طرح فرض نہیں ہے بہتر صورت یہ ہے کہ ذکر قبلہ رو بیٹھ کر کیا جائے لیکن اگر کسی وجہ سے جگہ ایسی ہے یا کوئی گیدرنگ Gathering ایسی ہے جیسے آپ یہاں بیٹھے ہیں ہم ذکر شروع کر دیتے ہیں میں بیٹھے بیٹھے کرا دیتا ہوں تو حرج نہیں ہے لیکن بہتر طریقہ ہے کہ باقاعدہ قبلہ رو بیٹھ کر کیا جائے اگرچہ وہ نماز کی طرح فرض نہیں ہے یہ بہتر صورت ہے اچھا ہے کہ اس طرح کیا جائے۔

سوال :۔ ذکر کرتے ہوئے قرآنی آیات یا اشعار پڑھنے چاہئیں؟یا صرف ذکر کرنے والوں کے لیے ہے یا کرانے والوں کے لیے بھی ہے؟

جواب :۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں میرا کبھی خود جی چاہتا بھی ہے اور جو میں پڑھوں اس میں حرج بھی کوئی نہیں ہوتا اللہ کا احسان ہے مجھ پر کہ اس میں مزید توجہ اور گرمی پیدا ہوتی ہے لیکن میں اس لیے نہیں پڑھتا کہ دوسرے لوگ بھی اسے اپنا لیں گے تو آہستہ۔ یا شعر پڑھنے کے لیے ذکر کرانے والے کو وہ قوت چاہیئے کہ وہ اگر زبان سے بات بھی کرے تو اس کی قلبی کیفیات میں کوئی فرق نہ آئے۔ یہ بہت مشکل کام ہے اس لیے بجائے شعر یا آیات پڑھنے کے پوری توجہ اس لطیفے اس ذکر پر جو کرا رہا ہے ساتھیوں پر القا کرنے پر رکھنی چاہیے جب شعر پڑھیں تو اس کی توجہ ادھر سے ہٹ جائے گی ان کا سارا سسٹم جو ہے وہ منقطع ہو جائے گا شعر سے جو لذت آئے گی وہ نفس کو آئے گی دل کا نقصان ہو رہا ہو گا ہمارا کام جو ہے وہ نفس کی لذتیں نہیں ہے روح کی تربیت ہے شعر پڑھنے سے لطف آتا ہے لیکن نفس کو آتا ہے روح کو جو انوارات پہنچ رہے ہیں منقطع ہو جاتے ہیں اس لیے میں منع کیا کرتا ہوں بلکہ طریقہ یہ ہے جو ساتھی ذکر کرا رہا ہے جب وہ پہلا لطیفہ کرا رہا ہے تو جب دوسرا کروانا چاہتا ہے تو پہلے اپنا دوسرا لطیفہ تبدیل کرے اور پانچ سات سانس اپنے لطیفے پر لے جب اس کے لطیفے کے انوار آنے شروع ہو جائیں تب دوسروں کو کہے کہ دوسرا لطیفہ کرو تاکہ پہلے اس کے لطیفے پر وہ انوارات موجود ہوں اور ساتھی اس پر منتقل ہوں تو وہ القا کر سکے یہ اس طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ خود بھی اسی وقت منتقل ہو ساتھیوں کو بھی منتقل کرے تو اس میں کمی ہو جاتی ہے پہلے اپنی توجہ مضبوط کر لے اس لطیفے پر پھر

ساتھیوں کو آواز دے کہ چلو دوسرے لطیفے پہ آ جاؤ اگر اتنی احتیاط ضروری ہے تو آدمی یہ سارا چھوڑ کر شعر پڑھنے بیٹھ جائے تو نقصان تو ہو گا شرعاً گناہ تو نہیں ہو گا لیکن وہ جو انوارات آ رہے ہیں ان میں یا تو اول انقطاع آ جائے گا ٹوٹ جائیں گے نہیں تو کمی ضرور آئے گی تو بجائے یہ غزلیں پڑھنے کے پوری توجہ ذکر پر ہی کی جائے تو وہ زیادہ بہتر ہے دو باتیں ہو گئیں۔

سوال :۔ یہ تاج رحیم کا سوال جو ہے تاج رحیم صاحب کا میں پڑھے دیتا ہوں تزکیہ اور صحبت شیخ تو یہاں ہر آنے والے سالک کو نصیب ہوتا ہے اور سالکین سے بجا طور پر یہ توقع کی جاتی ہے کہ جو کچھ وہ خود سیکھ کر حاصل کر لیتے ہیں وہ دوسروں کو بھی پہنچائیں دوسروں تک یہ پیغام موثر طریقے سے پہنچانا بذات خود ایک فن ہے اور ہر فن کے لیے کچھ نہ کچھ تربیت ضروری ہوتی ہے تو کیا سالکین کے لیے اس فن کی تربیت کا اہتمام بہتر نتائج کا حامل نہ ہو گا؟

جواب :۔ اصل بات یہ ہے کہ جتنے دنیاوی فنون ہیں وہ سکھانے کا الگ سے فن سکھایا جاتا ہے مثلاً ایک شخص ڈاکٹر بنتا ہے تو اسے ڈاکٹر بنانے کا ایک الگ طریقہ ہے اگر وہی ڈاکٹر کہیں ڈاکٹری پڑھانے پہ لگتا ہے تو اسے کوئی اور کورس کرنا پڑتا ہے کہ دوسروں کو کیسے پڑھایا جائے ایک آدمی خود پڑھتا ہے وہ پڑھ لیتا ہے لیکن اگر اسی کو مدرس یا ٹیچر لگنا ہے تو پھر اسے سیکھنا پڑتا ہے کہ پڑھانا کیسا ہے لیکن یہ جو کام ہے یہ عقل سے نہیں ہوتا یہ جنون سے ہوتا ہے آپ کسی کو کچھ نہ بتائیں لیکن جب دوسرا بزنس کی بات کرتا ہے تو آپ اپنے ذکر کی کریں دوسرا بٹیرے لڑانے کی کرتا ہے تو آپ لطائف کی کریں دوسرا گھوڑا دوڑانے کی کرتا ہے تو آپ قلبی کیفیات کی کریں اس کی تبلیغ کا طریقہ یہ ہے جب تک آپ اس کے ساتھ عشق اور جنوں کی حد تک پیوست نہیں ہوں گے اور آپ کے دل میں وہ درد نہیں آ جائے گا کہ کاش اللہ کے دوسرے بندے بھی یہ نعمت حاصل کر لیں تب تک کسی بھی طریقے سے آپ یہ نہیں سکھا سکتے آپ جماعت بنا سکتے ہیں آپ لوگ جمع کر سکتے ہیں آپ لیکچر دے سکتے ہیں آپ ایک تنظیم بنا سکتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں وہ درد یا دلوں میں وہ تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے جب تک آپ کے دل میں خود یہ درد نہ آ جائے اور یہ درد جنون سے آتا ہے عقل سے نہیں آتا اس کے لیے پاگل ہونا پڑتا ہے۔ جہاں آ کر ہم عقل کی بات کرتے ہیں وہاں سے یہ کام بگڑ جاتا ہے پاگل پن یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا کسریٰ کے پاس وہ ایک بہت بڑا سلطان ہے اسکے پاس قاصد جا رہا ہے اسے ضروری چاہیے کہ وہ ایک خاص لباس بنائے کوئی جوتے بنوائے سواری کا گھوڑا ہو کوئی ایک سٹیٹس ہو اس کا دربار میں جانے کا لیکن ان پر اللہ کا عشق ایسے سوار تھا کہ انہیں ان چیزوں کا ہوش نہیں تھا انہیں ایک بات کا ہوش تھا کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اس کو اسی طرح کہنا ہے کسریٰ

کون ہے کتنا بڑا ہے ہو گا یہ ہمارا پرابلم نہیں ہے تو وہی لباس جو ان کا تھا وہی جوتے جو ان کے تھے وہی حال جو ان کا تھا وہی زبان ان کی تھی وہی تلوار جو ان کے پاس تھی وہی لئے ہوئے اور کھٹ سے جا کر وہاں کھڑے ہو کر کہاں "اللہ اس پر سلامتی بھیجے جو اس کو ماننے والا ہے" نہ وہ جھکے نہ آداب نہ لباس بدلا نہ کوئی خاص اہتمام کیا تو کیا یہ سارا پاگل پن نہیں ہے اگر آپ دنیاوی اعتبار سے عقل مندی دیکھیں عقلمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس بندے کو ٹرینڈ کیا جاتا اسے دربار میں آنے جانے کے طریقے سکھائے جاتے اسے درباری لباس پہنایا جاتا اسے اس معیار کا گھوڑا مہیا کیا جاتا وہ سارا کچھ کر کے اس طرح کے کاغذ پہ لکھا جاتا اس طرح لپیٹا جاتا پھر وہ فرشی سلامیں کرتا ہوا داخل ہوتا یہ سارا کچھ تو یہ تھا اسے لوگ کہتے ہیں عقل اور یہ جو طریقہ صحابہ نے اپنایا یہ تو جنون ہے اور یہی جنون اصل ہے دین کی۔ یہ جو طریقے ہیں یہ عقل کے ہیں یہ کام جنون سے ہوتا ہے۔

دنیوی معاملے میں عقل کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں بچوں کو پڑھانے کے معاملے میں دولت کمانے کے معاملے میں اقتدار وقار کے معاملے میں عقل کہتا رہتا ہے کہ یار اتنی گھٹیا حرکت نہ کر کیوں خوشامد کرتا ہے ہم کرتے ہیں مزاج کہتا رہتا ہے یہ چوری نہ کر۔ ہم کرتے ہیں دنیا کے لیے اگر یہ کیفیت دین کے لیے آ جائے چونکہ قرآن نے یہی شرط لگائی ہے۔

لایخفون لومۃ لائم۔ ایسے پاگل ہو جاتے ہیں لوگ انہیں ملامت کرتے ہیں دیکھو پاگل ہو گیا ہے یہ کیا بکواس کرتا ہے یہ تو بے وقوفوں والی باتیں کرتا ہے وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا **حتی یقولون انہ لمجنون۔** لوگ کہہ اٹھیں کہ یہ دیوانہ ہے تو یہ دیوانوں کا کام ہے فرزانوں کا نہیں اور یہ دیوانگی اللہ سے مانگنی پڑتی ہے یہ اس کا انعام ہے یہ اس کی عطا ہے ہمارا یہ کام ہے کہ خلوص کے ساتھ اپنا دل اس کے سامنے رکھ دیں اس میں وہ دیوانگی بھرنا یہ اس کا کام ہے جہاں یہ دیوانگی آ جائے وہ آدمی یہ کام کر سکتا ہے سیکھ جاتا ہے کرنے کا ڈھنگ جب وہ ڈھنگ سے کرتا ہی نہیں تو سیکھے گا کیا۔

کل رات میری بات ہو رہی تھی امریکہ ایک بچی تھی تو وہ کہتی ہیں ایک دن ملاقات ہو گئی ایک عرب خاتون سے اس کا میاں میرے میاں کے ساتھ کام کرتا ہے تو اس سلسلے میں میری ملاقات ہو گئی اس نے بہت سی باتیں کیں وہ پہلے سے یہاں رہتے ہیں تبدیل ہو کر باہر سے آئے ہیں وہ باتیں وہ ادھر ادھر کی کرتی رہی تو انہوں نے کہا میرے پاس تو ایک ہی بات ہے کہ ذکر اسی طرح کیا جاتا ہے جو میری باری آئی تو میں نے پورا لیکچر دیا ذکر اسی طرح کیا جاتا ہے یہ ہوتا ہے یہ ہوتا ہے اس کا یہ فائدہ ہے یہ فائدہ ہے یہ فائدہ ہے تو اس کا طریقہ بھی میں نے بتایا کرنے کا طریقہ یہ ہے اس طرح کرتے ہیں یہ

کرتے ہیں وہ کرتے ہیں تو وہ بات بات پر علی علیہ السلام کہہ رہی تھی مجھے پھر اس وقت گھنٹی بجی کہ یہ علی علیہ السلام کیوں کہتی ہے تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو عقیدہ کیا ہے تمہارا کہنے لگی ہم تو شیعہ ہیں۔ عرب میں جو شیعہ ہیں وہ بڑے کٹّر قسم کے شیعے ہیں کیوں کہ وہاں شیعیت کی ریزسٹنس بھی بہت زیادہ ہے تو جہاں جتنی ریزسٹنس ہوتی ہے وہاں وہ پاور بھی اتنی گین کر لیتے ہیں تو وہ بڑے سخت قسم کے شیعہ ہیں وہ تو عرب کے شیعہ میں سے تھی اور بڑی سخت قسم کی تھی تو میں نے اسے بتایا کہ دیکھو میں سنی ہوں اور یہ ذکر بھی سینوں کا ہے اور یہ طریقہ بھی سینوں کا ہے تمہارا جی چاہے کرو نہ جی چاہے نہ کرو اب یہ

تربیت ایک طرح نہیں ہے یہ تو پاگل پن ہے۔ مجھے فون اس لیے کیا کہ میرے پاس جانے کے بعد دوسرے دن مجھے اس کا فون آیا کہ میں نے اس طریقے سے ذکر کیا مجھے بڑا لطف آیا اور بڑا سکون ملا اور یہ تو بہت اچھی چیز ہے تو میں آگے پوچھنا چاہتی ہوں کہ میں آگے کیا کروں میں نے کہا کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے اسے ذکر کرنے دو لیکن صرف یہ احتیاط رکھو کہ اسے ساتھیوں کے ساتھ یا خواتین کے ساتھ یا مجلس ذکر میں شامل نہیں کرو اپنا طریقہ آپ نے بتا دیا ایسے ذکر کرتی رہے اگر اس کے دل میں اس نے ہدایت ڈال دی تو شاید اسی کی اصلاح ہو جائے ہم کافروں کو بتا دیتے ہیں بے شمار شیعہ لوگوں نے بھی ذکر کیا اور کرتے کرتے ان کے عقائد درست ہو گئے کافروں نے شروع کیا مسلمان ہو گئے تو ذکر کرنا تو کوئی منع نہیں ٹھیک ہے وہ کرتی رہے اب یہ کونسی تربیت کا حصہ ہے کہ جناب پہلے دن آپ کو ایک خاتون ملنے آئی وہ اپنا رونا رو رہی ہے آپ ذکر پڑھا رہے ہیں پتہ بعد میں چلا کہ وہ کون ہے۔

لیکن ذکر فیڈ کر دیا تو یہ کرنے کا کام تو بھئی اس طرح ہے میں پیچھے جب برطانیہ میں تھا تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہ بھئی دیکھو، کتنے لوگوں سے تمہارے مراسم ہیں ہر ایک کو کسی نہ کسی بات۔ پہ Insist کرتے ہو میرے ساتھ یہ کاروبار کرو دوائی مجھ سے خریدا کرو میری گاڑی پہ سواری کیا کرو میری تمہاری دوستی ہے تمہیں ٹیکسی چاہیے تو میری گاڑی لے جایا کرو کبھی کسی دوست کو آپ نے یہ بھی Insist کیا ہے کہ مجھ سے اللہ کا نام بھی سیکھو کسی کے ساتھ آپ کو اتنی محبت ہے کہ آپ اسے یہ کہیں کہ بھئی کہ تیری میرے ساتھ دوستی ہے میرے ساتھ تعلق ہے تو میرے اعتبار پر ہی یہ کرنا شروع کر دیں بڑے فائدے کی بات ہے کبھی کہا ہے کسی نے؟ کبھی نہیں کہا تو میں نے کہا پھر کیا فائدہ اس کا مطلب ہے ابھی خود آپ کو اس پر اعتماد نہیں ہے کہ اس میں کوئی فائدہ ہے بھی سہی کہ نہیں۔ رات بات ہو رہی تھی برطانیہ والوں سے میری ٹیلی فون پر تو وہ کہہ رہے تھے کہ ہمارا جو ہے ماہانہ اجتماع وہ کسی بھی بڑے گھر میں نہیں آتا اس لیے کہ اب انہوں نے کہنا شروع

کر دیا بھئی ملنے آئے ہو گپیں لگانے آئے ہو یہ بات بھی ہے تو اس سے اتنا فائدہ ہوا کہ اب انہیں ضرورت پڑ گئی ہے کہ وہ کوئی جگہ خریدیں جہاں بیٹھ کر اللہ اللہ کریں تو اس کے آگے سکھانے کا طریقہ دیوانگی ہے۔ عقل مندی نہیں ہے جو جو پاگل ہوتا جائے گا یہ کام کرتا جائے گا جس کے ہوش سلامت رہیں گے وہ پھر سلامت ہی رہے گا کچھ نہیں کر سکے گا

سوال :۔ حضرت مدظلہ العالی یہ ہمارا ذکر کا طریقہ جو نیا ہے کہ قلب سے کیا کرو۔ ہم ایک طریقے سے کیا کرتے تھے میں جب ذکر کرتا ہوں تو مجھے سانس اور اللہ ھو کی Coordination نہیں ہوتی اللہ ھو ہوتا رہتا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ اللہ ھو جا رہی ہے دوسرے لطیفے پہ جا رہی ہے کیونکہ یہ جو سپریشن Sepration جو سسٹم ہے اللہ یہاں ہو گی ھو یہاں ہو گی یہ مجھ سے نہیں ہوتا۔

جواب :۔ پہلی بات تو جناب یہ ہے کہ یہ طریقہ نیا نہیں ہے اصل طریقہ یہی ہے مصیبت یہ ہے کہ لوگ ذکر جہر کے عادی تھے اور ذکر جہر میں یہ ہوتا ہے کہ وہ لا اللہ سے کھینچو اور اسے عرش پر لے جاؤ اور پھر الا اللہ کی ضرب دل پر لگاؤ ساتھیوں میں یہ ایک کمزوری ہے بلکہ عام مسلمانوں میں یہ ایک کمزوری ہے کہ وہ بنیادی باتیں نہیں سیکھتے اور بڑی بڑی باتوں پہ بحث کرتے رہتے ہیں آپ پورے ملک میں پھر جائیے کوئی خطیب وضو کا طریقہ بتاتا ہوا نظر نہیں آئے گا کوئی خطیب نماز کے مکروہات یا سنن یا واجبات بتاتا نظر نہیں آئے گا ساری بات یا حور و قصور پر ہو رہی ہو گی یا برزخ نبست پہ ہو رہی ہو گی یا سیاسیات پہ ہو رہی ہو گی دور کی بات ہو رہی ہو گی اور جو بنیاد ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا اسی طرح یہ خرابی یہاں بھی آ گئی حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے جو سنا اس کی ا ایمپلیمنٹیشن Emplementation اس نے اپنی پسند سے کر لی آپ ایک آدمی ایسا پیش نہیں کر سکتے کہ اس نے دوبارہ حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے تحقیق کی ہو جب دوسرے لطیفے پہ جائیں گے تو اللہ بھی اسی لطیفے سے اٹھا کر ھو اسی لطیفے پر ماریں گے یا اللہ دل ہی سے آئے گی اور اس پر ھو لگے گی۔ کوئی ایک آدمی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس نے یہ سوال کیا ہو جس نے جو سنا اس کی اپنی سمجھ میں جو آیا اس پر ایسے بیٹھ کر وہ سر مارتا رہا۔ اب یہ الگ بات ہے کہ انوارات کا ایک طوفان تھا اگر غلط کرتا رہا تو بھی اسے ملتے رہے یہ تو اللہ کی عطا اور شیخ کی قوت تھی تو اگر وہ کرنے والا اس کی اصلاح کر لے ——— یہ ہوتا ہے کہ اس سانس کے ساتھ لفظ اللہ دل میں جا رہا ہے جب سانس چھوڑتے ہیں تو ھو خارج ہوا اور ھو کی چوٹ لگی دل پر تو یہ آپ کی قوت متخیلہ کرتی ہے جسم تو سانس لے رہا ہے وہ اس کا کام ہے اب وہی جب آپ دوسرے لطیفے پر جاتے ہیں تو لفظ اللہ دل ہی میں جائے گا جب ھو خارج ہو گی تو اس کی چوٹ

دوسرے لطیفے پر لگے گی کیونکہ ہیں Base تو سارے لطائف کا دل ہی رہے گا اور اگر آپ اس طرح سے کریں گے تو وہی پندرہ منٹ میں جو نتائج اس طرح آتے ہیں اس سے دوگنے نتائج آجائیں گے اور یہ کوئی مشکل نہیں ہے اصل طریقہ یہی ہے۔ یہ نیا نہیں اصل طریقہ یہی ہے نئے نئے بہت سے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے ساتھیوں نے بہت سی جگہوں پر بالکل مختلف کر لیے ہیں یہ بھی تو میں نے بڑے بڑے ساتھیوں کو دیکھا ہے سنا ہے کہ جی اللہ کو دل سے کھینچو اور اوپر لے جاؤ یہ تو کسی نے نہیں بتایا یعنی اس میں انہوں نے کوئی بد دیانتی نہیں کی ہوا یہ کہ جو سنا اور جو اپنی سمجھ میں آیا اس کے مطابق انہوں نے کر لیا کہ یہ ٹھیک ہے اس پر انہوں نے سوال نہیں کیا پوچھا نہیں کہ یہ کیسے کرنا چاہیے تو اس طرح یہ غلط العام ہوتا گیا تو قاعدہ یہ ہے کہ آپ جب سانس لیتے ہیں تو خیال کریں کہ لفظ اللہ دل کے اندر جا رہا ہے دل کی گہرائی تک جا رہا ہے جب سانس چھوڑتے ہیں ھو خارج ھو اور ھو کی چوٹ دل پر لگے تو آپ دوسرے لطیفے پہ چلے گئے تو ھو کی چھوٹ کو لے جائیں گے وہاں Base کو نہیں چھیڑیں گے مرکز کو نہیں چھیڑیں گے تنا وہی رہے گا اس پر مختلف شاخیں پھیلتی چلی جائیں گی الگ الگ مختلف درخت نہیں لگانے آپ نے وہی بنیاد وہی تنا ہے اور اس پر مختلف شاخیں بنتی چلی جائیں گی دوسرے لطائف اور پھر آخر پھر کر آپ وہیں آجائیں گے۔ تو اس میں وہ جو آپ فرما رہے ہیں کہ اس میں Sepration کا یہ آپ کا کام نہیں ہے نہ اس کے لئے فکر کی ضرورت ہے نہ سانس کے ساتھ Coordination کی ضرورت ہے وہ از خود ہوتا رہتا ہے اور پھر ایسے ہوتا ہے کہ سانس آدمی ایک دفعہ لیتا ہے۔ اور یہ سسٹم اُس میں چار سو دفعہ ہو جاتا Coordination تو ممکن نہیں رہتی۔ یعنی آپ نے جب شروع کرنا ہے تو یہ کرنا ہے کہ لفظ اللہ دل میں جا رہا ہے اور ھو خارج ھو کی چوٹ لگ رہی ہے اب آپ اسے بکھیڑے رکھیں اس میں ہم جا رہے تھے بھکر ڈی۔ آئی۔ خان تو کرنل سرور گاڑی چلا رہے تھے۔ فیصل آباد سے ہم چلے تو VIA بھکر ہم نے جانا تھا تو ہیڈ تریمو پہ آگئے وہاں جھنگ کا ایک سپاہی کھڑا تھا اور آگے راستے تین چار بن جاتے ہیں تو میں نے کہا اس سے بہتر ہے اسے پوچھ لیں بھکر کون سی سڑک جائے گی پتہ نہیں کوئی بورڈ بھی ہے کہ نہیں تو غلط سمت نہ ہو جائیں وہ پل پر ٹہل رہا تھا ہم نے گاڑی روکی اس نے بڑا سلوٹ کھڑا کیا سرور کو کرنل جو تھا اس نے پوچھا بھئی بھکر کونسا راستہ اس نے کہا صاحب گھوکائی جاؤ سجے کھبے نہ مڑیں گھوکائی جا آپے بھکر آجائے گا۔ تو کرنل صاحب شروع کریں اور گھوکائی جائیں۔

سوال:۔ حضرت توجہ اور القا میں کیا فرق ہے۔ کیسے کی جاتی ہے۔

جواب:۔ توجہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ

ذکر شروع کرتے ہیں تو جو ذکر کرانے والا ہے وہ یہ دیکھے کہ پہلا لطیفہ کر رہا ہوں کہ جو پہلے آسمان سے انوارات میرے قلب پر آ رہے ہیں وہی ان لوگوں کے دل پر بھی جا رہے ہیں جن کو میں ذکر کرا رہا ہوں تو اس کی یہ سوچ جو ہے اس کی انوارات کو Divert کر دے گی ان پر بھی جاتے رہیں گے اس کو القا بھی کہتے ہیں اسی کو توجہ بھی کہتے ہیں کہ وہ انوارات القا ہوتا ہے۔

To Reflect The Thing اور توجہ ہوتی ہے یہ سوچا جائے کہ Reflection ہو رہی ہے تو وہ سوچنے سے اس طرح کرنے سے توجہ ہو جاتی ہے اب جس طرح امام نماز پڑھاتا ہے تو اس نے اس نیت سے نماز شروع کی کہ میں ان لوگوں کو پڑھا رہا ہوں سب کی نماز ہو گئی لیکن وہی امام اگر اکیلی نماز شروع کر دے آپ پیچھے آ کر صف بنا لیتے ہیں تو نماز نہیں ہو گی اس لیے کہ اس نے یہ ارادہ ہی نہیں کیا تھا کہ میں ان کو پڑھا رہا ہوں تو وہ شروع کر چکا تو پیچھے دس آدمی آ گئے وہ پیچھے صف بنا کر کھڑے ہو گئے وہ صرف شروع کر چکا تھا اگر ساری رکعتیں اس کے ساتھ پڑھ لیں لیکن ان پچھلوں کی نہیں ہوئی اس لیے کہ اس نے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ میں نے نماز پڑھانی ہے۔ نیت نہیں کی تھی۔ لیکن اگر اس نے یہ نیت کی ہے ایک آدمی بھی پیچھے کھڑا ہے کہ میں اپنی بھی پڑھ رہا ہوں اس کو بھی پڑھا رہا ہوں تو اس ایک کے ساتھ ایک لاکھ بھی آ کر کھڑے ہو گئے تو سب کی نماز ہو جائے گی۔ تو توجہ یہ ہے کہ آپ ذکر کرتے وقت اس سے بے فکر ہیں کہ میں اپنا ذکر کر رہا ہوں میرا کسی سے کیا اس کا کوئی فائدہ نہیں توجہ اس نیت کا نام ہے جب آپ ارادہ کرتے ہیں کہ یہ دس آدمی پچاس آدمی یا ساٹھ میرے ساتھ بیٹھے ہیں تو جو انوارات مجھ پر آ رہے ہیں ان پر بھی جائیں تو توجہ ہو گئی۔

القا اس عمل کا نام ہے Reflection آپ انگریزی میں کہیں گے کہ جو Divert ہو کر یا Reflect ہو کر منعکس ہو کر ادھر جانا شروع ہو جائے۔

سوال :- حضرت یہ ایک دعا کا پہلو ہوا نا کہ دعا کی جائے۔

جواب :- نہیں آپ نے صرف فیصلہ کرنا ہے طے کرنا ہے کہ میں ان کو کرا رہا ہوں۔ ہاں پہلے لطیفے پر پہلے آسمان سے انوارات آتے ہیں آدم علیہ السلام کے ہوتے ہیں لطائف کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا تعلق ایسے ہے جیسے آپ کا وجود کے ساتھ عناصر اربعہ کا۔ اب ہمیں وہ مٹی نظر تو نہیں آتی گوشت پوست کا انسان ہے لیکن اس میں مٹی ہے ہوا ہے پانی ہے آگ ہے یہ ہے وہ ہے تو اسی طرح سے ہر نبی علیہ السلام کو اللہ کریم نے ایک کیفیت کا سمبل بنا دیا جس طرح مٹی کو ایک کیفیت کا حامل بنا دیا ہوا کو دوسری کا پانی کو تیسری کا اس طرح انبیاء علیہم السلام میں جو الوالعزم ہیں انہیں سمبل بنا دیا ہے خاص خاص Relationship کا تو ان سب کی Relationship جہاں ملتی ہیں وہ مرکز ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے لطیفے پر جو انوارات آتے

ہیں یہ آدم علیہ السلام کے ہیں اور پہلے آسمان سے آتے ہیں اور زرد رنگ کے ہوتے ہیں دوسرے لطیفے پر ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام دو نبیوں کے انوارات آتے ہیں اور وہ دوسرے آسمان سے آتے ہیں تیسرے لطیفے پر موسیٰ علیہ السلام کے انوارات آتے ہیں سفید رنگ کے ہوتے ہیں تیسرے آسمان سے آتے ہیں چوتھے لطیفے پر عیسیٰ علیہ السلام کے انوارات آتے ہیں اور چوتھے آسمان سے آتے ہیں گہرے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں پانچویں لطیفے پر جو انوارات آتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں اور وہ پانچویں آسمان سے آتے ہیں لطائف کا تعلق جو ہے وہ اس طرح سے ہے چھٹے اور ساتویں لطیفے پر تجلیات باری ہوتی ہیں تو ان کی کوئی رنگ کوئی کیفیت نہیں ہوتی جیسے بجلی چمکی غائب ہو گئی اس طرح اس کا آپ تعین نہیں کر سکتے تو جب آدمی ذکر کرتا ہے تو اگر وہ کرا رہا ہے تو وہ یہ سوچے کہ جو انوارات میرے دل پر آ رہے ہیں اس کے دل پر بھی یا اس کے لطائف پر بھی جا رہے ہیں جو میں ذکر کرا رہا ہوں تو یہ القا ہونا شروع ہو جائے گا۔

سوال :۔ چھٹے لطیفے اور ساتویں لطیفے کا طریقہ بتایئے۔

جواب :۔ چھٹے لطیفے میں ھو کا شعلہ نکل جاتا ہے پیشانی سے کہ جب آپ سانس چھوڑتے ہیں تو ایک شعلہ نکل جاتا ہے پیشانی سے اور ساتویں لطیفے پر جب آپ اللہ لے کر چھوڑتے ہیں تو وہ پاؤں کے ناخن سے لیکر چوٹی تک ہر ہر مسام ہر ہر بال سے نکل جاتے ہیں انوارات پورا بدن ایک بن جاتا ہے ایک شعلہ۔

سوال :۔ گھر والوں کو مراقبات کرائے جا سکتے ہیں۔

جواب :۔ گھر والوں کو جو ساتھی کرائے گا وہ صرف لطائف کرائے گا لطائف سے آگے اگر کچھ مراقبات کراتا ہے تو جیسے یہاں آ کر کچھ لوگ رہے ایک ذکر سے ایک توجہ سے اقربیت تک استطاعت ہو جاتی ہے انہیں اقربیت تک کراتے رہیں۔ یا کسی صاحب مجاز نے جہاں تک اس کی استطاعت ہے توجہ دی ہو یا شیخ نے دی ہو تو وہ دہرائے جا سکتے ہیں کرانے کے لیے تو یا شیخ ہو گا یا صاحب مجاز ہو گا لطائف البتہ ہر ساتھی کرا سکتا ہے۔ چونکہ یہ سسٹم جو ہے یہ حقائق پہ مبنی ہے اس میں نہ کوئی پیر خانہ ہے نہ کوئی بڑا پیر ہے نہ کوئی منی پیر بنانے کا پروگرام ہے یہ تو ایک مشن کے طور پر ایک محض اللہ کی رضا کے لیے کرنے کا کام ہے۔

سوال :۔ ایک ایسا طالب علم جس کا ذریعہ معاش نہیں ہے اس کے والدین کا ذریعہ معاش حرام ہے اسے اللہ اللہ شروع کرا دیں تو حرام کھا کر تزکیہ ہو جائے گا۔

جواب :۔ والدین کے کمانے کا وہ ذمہ دار نہیں ہے یہ جو رزق کا معاملہ ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی رشوت لیتا ہے اس کے پاس پیسے جمع ہو گئے اب اس نے زکوٰۃ دی تو زکوۃ والے یہ نہیں پوچھیں گے کہ اس کے پاس پیسے حلال کے ہیں یا حرام کے ہیں جو سرمایہ اُس کے پاس ہے اس پر اسے زکوٰۃ دینا ہے جب وہ زکوٰۃ دے گا تو جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں انہیں وہ پیسے ملیں گے ان کے لیے وہ حلال ہے

انہوں نے اللہ کے قانون کے مطابق لی ہے اس نے جمع کیے حرام طریقے سے اس کا ذمہ دار یہ ہے اسی طرح جو والدین ناجائز کماتے ہیں تو ناجائز کمانے کے ذمہ دار وہ ہیں جب تک خاتون خانہ یا بچہ مستحق ہے والد سے کھانے کا اس پر اس نحوست کا اثر ضرور پڑے گا لیکن اس کے لیے وہ حلال ہے کیونکہ وہ مستحق ہے اس سے لے کر کھانے کا اب وہ کہاں سے لا کر دیتا ہے اس کا وہ ذمہ دار ہے۔ یہ جب صورت بدلتی ہے نا لین دین کی تو احکام بدل جاتے ہیں وہی پیسہ ایک کے لیے حلال ہو جاتا ہے دوسرے کے لیے حرام رہتا ہے اب ایک نے رشوت لی اس پر جرمانہ ہوگیا پیسہ تو وہی ہے جو حرام سے آیا تھا حکومت کے خزانے میں چلا گیا تو وہ آپ کی تنخواہ میں آگیا تو آپ کے لیے حلال ہے آپ نے اپنی ملازمت کر کے تنخواہ لی میں چوری کر کے لے آتا ہوں آپ یونیورسٹی میں اس اکیڈمی میں کام کر رہے ہیں وہ میں آپ کو دے دیتا ہوں آپ مہینے کی تنخواہ لیتے ہیں میرے لئے وہ حرام تھے آپ کے لیے حلال ہیں اُس حرمت کا میں جواب دار ہوں کہ میں نے کیوں چوری کیے آپ نے اپنے جائز طریقے سے محنت کر کے لئے۔ تو اس طرح جب تک بچہ والدین سے لے کر کھانا اس کا حق ہے جب تک ان کا زیردست ہے تب تک وہ جو بھی اسے کھلاتے ہیں اس کے لیے حلال ہے یہ الگ بات ہے کہ اس میں اس کی نحوست تو ضرور ہو گی لیکن حرمت والی جو سختی ہے وہ نہیں ہو گی۔

اسی طرح ایک خاتون کا مسئلہ تھا کہ میرا میاں باز نہیں آتا میں نے کہا تم اسے سمجھانے کی مکلف تو ہو مشورے دینے کی مکلف تو ہو گھر اجاڑنے کی نہیں اگر باز نہیں آتا تو تم نے حق ادا کر دیا چھوٹے چھوٹے بچے ہیں گھر اجاڑنے کی اجازت نہیں ہے پھر وہ جب میدان حشر میں معاملہ پیش ہو گا تو تم کہہ سکو گی کہ اللہ میں کہاں سے لے کر کھاتی میرا تو تو نے حق مقرر کر دیا تھا کہ میں اس سے لے کر کھاتی اب اگر یہ غلطی کرتا تھا تو میں نے اسے بارہا کہا تھا کہ نہ کر نہیں باز آیا تو تو جان اور یہ جان وہ اس سے نبڑ لے گا فکر نہ کر چونکہ عورت مستحق ہے نان و نفقہ لینے کی تو وہ حرام کما کر بھی اسے دے گا تو اس کے لیے حلال ہے اس کا تو ذریعہ ہی وہی ہے نا اس کے لیے حرام نہیں رہے گا تو یہ جب بدلتی ہے نا صورت سورس بدلتے ہیں نا احکام بدل جاتے ہیں۔

ایک باپ نے حرام کمایا تو جب تک اس کی بیوی بچے مستحق ہیں اس سے لے کر کھانے کے ان کا مسئلہ یہ ہے کہ اپنی ضرورتیں اس سے لے کر پوری کریں ان کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ کیا کماتا ہے اس کے یہ ذمہ دار نہیں ہیں جب وہ بچہ بالغ ہو جاتا ہے اور وہ باپ کا دردِ سر نہیں رہتا اسے خود کمانا چاہیے تب وہ اس سے لے گا تو وہ بچے کے لیے بھی حرام ہو گا لیکن جب تک بچے کا حق بنتا ہے کہ وہ باپ سے کھائے اور وہ باپ اسکے پالنے کا ذمہ دار ہے تو تب تک وہ نحوست تو اس کی جائے گی لیکن حرمت نہیں

ہو گی اُس میں۔ نحوست اور حرمت میں ایک فرق یہ
ہے کہ حرمت وہ ہے جو شرعاً کام ناجائز ہے نحوست یہ
ہے کہ وہ کام شرعاً جائز تو ہے لیکن مستحق نہیں ہے
اس میں ایک طرح کی کراہت آ جاتی ہے وہ اچھا
نہیں ہے یعنی اگر وہ صورت حال بدل جائے تو بہتر
ہے لیکن اگر نہ بدل سکے تو وہ اُس طرح حرام نہیں
ہے بچے کے لیے جب تک وہ بچہ بالغ نہیں ہو جاتا
جب بالغ ہو جاتا ہے تو پھر اس پر فرض ہے کہ وہ اپنا
رزق خود کمائے اور حلال کمائے پھر وہ باپ کی حرام
کمائی سے کھا جائے تو اس پر حرام والے احکام آ
جاتے ہیں چونکہ وہ خود ایک معاشرے کا فرد بن گیا نا
بچہ نہیں رہا۔

سوال :۔ حضرت کوئی آدمی بیمے کے ایجنٹ کے طور
پر کام کر سکتا ہے؟

جواب :۔ یہ جو بیمے کا مسئلہ ہے یہ مفتی محمد شفیع
رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے اور میں نے پڑھا تھا اب
مجھے یاد نہیں انہوں نے ایک بنائی تھی دو جلد کی
کتاب اس میں انشورنس کے بینکنگ کے اور نئے
نئے لاٹری کے مسئلے لکھے تھے مجھے اب وہ
یاد نہیں ہے دیکھوں گا لائبریری سے مل سکے تو مجھے
اس کتاب کا نام بھی یاد نہیں ہے جواہر الفقہ
ہے مفتی محمد شفیع صاحب کی وہ آپ کو کہیں
سے مل جائے آج کل لائبریری ڈسٹرب ہے فہرست بنا
رہے ہیں کتابیں ساری اپ سیٹ ہیں تو اس میں یہ
مسائل ہیں وہاں سے دیکھیے گا میں نے دیکھا ہے لیکن
اب مجھے صحیح یاد نہیں کیونکہ میں نے دو تین سال
پہلے دیکھا تھا میرا چونکہ ان چیزوں کے ساتھ مس
نہیں ہے فکر بھی نہیں ہوتی۔

سوال :۔ حضرت بینکوں کا نظام سود پر چلتا ہے کیا
بنکوں میں ملازمین اپنی محنت سے کماتے ہیں ان کے
لیے یہ برائی جائز ہے۔

جواب :۔ کراہت کے ساتھ اگر متبادل وسیلہ مل
سکے تو چھوڑ دینا بہتر ہے. لیکن متبادل وسیلہ نہ ہو تو
بیکار ہو کر بھیک مانگنے سے یہ بہتر ہے۔

سوال :۔ PL Account کے بارے میں ارشاد
فرمایئے۔

جواب :۔ مجھے ان چیزوں کی اصلیت کے متعلق حکومت
اور بنک والے لیتے ہیں کہ اس اکاؤنٹ
پتہ نہیں کہ ان کے طریقے کیا ہیں PL Account
میں جو پیسہ آتا ہے وہ آگے ہم سود پر نہیں دیتے
تجارت میں انوسٹ کرتے ہیں اس پر فکس پرافٹ
نہیں دیتے بلکہ پرونٹ جو آتا ہے دیتے ہیں تو اگر یہ
درست ہے تو پھر تو سود نہیں بنتا اب یہ کہنا کہ یہ
درست نہیں ہے یا یہ جھوٹ بولتے ہیں اس کے لیے
کوئی ثبوت چاہیے نا محض کہہ دینا کہ جھوٹ بولتے
ہیں تو اس کی بھی تو کوئی اصل نہیں تو کسی نے آج
تک ثابت تو نہیں کیا کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں کہہ ہی
دیتے ہیں نا جی کہ حکومت جھوٹ بولتی ہے بنک
والے جھوٹ بولتے ہیں یہ تو کوئی بات نہ ہوئی تو اب
اگر واقعی وہ جھوٹ بولتے ہیں کسی کو یہ ثابت ہو

جائے پھر تو وہی بات ہوئی۔

آپ دیکھیں نا اب تک علماء کا اس میں جھگڑا چلا آ رہا ہے کہ جی ہلال کمیٹی والے جھوٹ بول دیتے ہیں چاند دیکھا ہے دیکھیں ملک کے گنے چنے اچھے بھلے پڑھے لکھے سندیافتہ دس بارہ عالم ہیں وہ یہ گارنٹی دیتے ہیں کہ ہم نے تحقیق کر لی ہے ہمارے پاس شہادت موجود ہے چاند ہو گیا ہے اللہ کا قانون یہ ہے کہ دو انپڑھ جاہل اگر شہادت دے دیں کہ ہم نے چاند دیکھ لیا سو د تو مان لیں آپ ان علماء کی کیوں نہیں مانتے کہتے ہیں کہ جھوٹ بولتے ہیں یار اس کا کیا ثبوت ہے کہ جھوٹ بولتے ہیں کیوں جھوٹ بولتے ہیں اس طرح کے جو ہیں نا اوہام اس کی اسلام میں کوئی اہمیت نہیں نہ عملی زندگی میں ان کی کوئی حیثیت ہے جب تک کہ ثابت نہ کیا جائے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں ویسے کہہ دینا یہ جھوٹ بولتے ہیں کوئی تک ہے؟ تو جو یہ شرائط حکومت بتاتی ہے مجھے ان شرائط کا پتہ نہیں ہے اگر ان شرائط میں حرمت نہیں ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر ان میں کوئی شرط ایسی ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے تو پھر وہ جائز نہیں ہے مجھے یہ پتہ نہیں کہ ان کی شرائط کیا ہیں لیکن یہ فقہی مسائل آدمی جہاں بھی ہو کسی عالم سے پوچھے جا سکتے ہیں اور جو شہروں میں علماء ہیں وہ ان چیزوں سے ان ٹچ رہتے ہیں اور بہتر جانتے ہوتے ہیں ہمارا چونکہ ان سے واسطہ ہی نہیں پڑتا کبھی دیکھا نہیں میری یہ عادت ہے کہ میں نے شروع سے لے کر آج تک بنک کے ساتھ جو ڈیلنگ کی ہے میں نے اپنا اکاؤنٹ نان پرافٹ رکھا ہے سیدھا سیدھا کام نہ کیچڑ میں گھسیں گے نہ نکلنے کی فکر ہو گی نہ اونچی جگہ چڑھیں گے نہ گرنے کا ڈر ہو گا۔ پہلے تو میرے پاس پیسے ہوتے نہیں اور ہوں تو وہ کرنٹ اکاؤنٹ ہوتا ہے نہ وہ سود دیتے ہیں الٹا وہ مجھ سے کچھ پیسے لے لیتے ہیں اس کی Look After کے That is Good

ٹھیک ہے ان کا حق بنتا ہے۔

کیوں نہ آدمی سیف سائڈ کرے کتنا سود مل جائے گا۔ تو کچھ پیسے سود کے پھر دوستوں کے آ جاتے ہیں میرے پاس اس دفعہ بھی کچھ تھوڑے سے تھے تو میں یہ کرتا ہوں کہ بعض جو کافر اور Nonmuslim ہیں ان کی کچھ ضروریات ہوتی ہیں انہیں دے دیتا ہوں ان کے عقیدے میں تو سود شود کوئی نہیں ہوتا تو چلو بحیثیت انسان کسی کے کام تو آ ہی جاتا ہے بجائے اس کے کہ اسے کھڈے میں پھینکا جائے تو ہم نے ایک Red Bag بنایا ہوا ہے حساب ہی اس کا Red Account ہے وہ جو سود مجبوراً آ جاتے ہیں جیسے وہ آپ کے وہ لیتے رہتے ہیں آرمی میں یا گورنمنٹ سروسز میں آپ کا وہ کاٹتے رہتے ہیں فنڈز اس پہ سود لگتا رہتا ہے تو وہ جب آ جاتا ہے تو کئی ساتھی دے جاتے ہیں ہم اسے اس ریڈ اکاؤنٹ میں ڈال دیتے ہیں اور پھر وہ کوئی نہ کوئی جگہ نکل آتی ہے جہاں وہ سود کافر کے لیے تو سود کا حساب نہیں اس کا تو عقیدہ ہی نہیں ہے تو چلو کسی نہ کسی کے کام آ جاتا ہے ادھر دے دیتے ہیں تو ہم

باقی صفحہ ۴۳ پر

دورہ ازبکستان

: مقبول احمد شاہ کھکہ :

بحمد اللہ اس باسعادت سفر میں سلسلہ عالیہ کی نمائندگی کا شرف حاصل ہوا۔ یہ خطہ زمین قرون اولی اور قرون وسطی کے دور میں اسلام کا عروج دیکھ چکا ہے۔ کمیونزم کے کفر نے پوں صدی تک پوری قوت سے اس عظیم اسلامی ورثے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی اس کے اثرات بھی بڑے واضح نظر آتے ہیں پھر بھی مکمل طور پر اسلام کو مٹایا نہیں جا سکا۔ اسلام کی بابرکت شعائیں مدھم ضرور ہو گئی تھیں مگر مکمل طور پر بجھی نہیں۔

۱۔ عام حالات:

یہ ملک صرف ایک سال قبل سوویت یونین سے آزاد ہوا ہے۔ مگر عملی طور پر وہی پرانا نظام حکومت رائج ہے۔ بلکہ صاحب اقتدار طبقہ بھی وہی ہے جو پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ اس لیے اس پر کمیونزم کی چھاپ بدرجہ اتم موجود ہے۔ وہ اسلام کی بجائے سیکولرازم کا حامی ہے اور عملی طور پر اسلام کا نفاذ نہیں چاہتا کیونکہ اس میں ان کے اقتدار کو خطرہ ہے اسلامی تشخص کی نمائندگی کرنے والے اداروں کی دوبارہ بحالی میں بھی اسے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مساجد اور درسگاہوں کا قیام' ان کی ضرورت اور اہمیت سے فی الحال حکومت کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ جس کے نتیجے میں کمیونزم کے تسلط ختم ہونے کے باوجود موجودہ حکومت اسی نظام کو اپنائے رکھنے میں ہی عافیت سمجھتی ہے۔

۲۔ سیاسی حالات:

سیاست میں عوام کو نمائندگی نہیں ہے بلکہ کریملین کا وضع کردہ طرز حکومت ہی رائج ہے۔ عوام پوری طرح حکومتی شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔ نئی نسل نے فی الحال اس طرز حکومت سے ذہنی طور پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ کیونکہ اس نے کفر کے دور میں ہی آنکھ کھولی ہے اور اسے اسلام کی فیوض و برکات کا علم ہی نہیں ہے اور نہ ہی کہیں اسلام کی عملی شکل پورے ملک میں اسے نظر آتی ہے۔ اب غیر ملکی لوگوں کی آمد و رفت سے اسے تبادلہ خیال کا موقع مل رہا ہے تو پتہ بیداری کے اثرات نظر آنا شروع ہو رہے ہیں۔ اگر اسلامی قوتیں ان کے سامنے اسلام کی حقانیت عملی طور پر واضح کریں اور مقصود صرف رضائے الٰہی ہو تو وہ لوگ متاثر ضرور ہوں گے مگر اس سارے عمل کے لیے وقت درکار ہے۔

۳۔ سماجی حالات:

کمیونزم کی وجہ سے اسلامی معاشرت ٹوٹ پھوٹ گئی

ہے۔ خاص طور پر نئی نسل پوری طرح یورپی ماحول کا نمونہ بن چکی ہے۔ مرد و زن کا باہمی میل جول نہایت آزادانہ ہے۔ لباس بھی غیر اسلامی ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں یہی ماحول ہے۔ ہوٹلوں اور کلبوں میں عورت کا ناچ گانا معمول زندگی ہے۔ شراب وغیرہ پینا پلانا عام ہے۔ ہر اس حکومتی شعبے میں عورت کا عمل دخل زیادہ رکھا گیا ہے جہاں مرد کی آمد و رفت زیادہ ہے مثلاً ہوٹلوں کی Waiterss سو فیصد لڑکیاں ہیں۔ اسی طرح بڑی دکانوں پر Sales Girls نوے فیصد لڑکیاں ہیں۔ ان کے انداز بے باکانہ اور شرم و حیا سے عاری ہیں۔ اخلاق بے راہ روی بھی اسی تناسب سے موجود ہے۔

مگر اس سب کے باوجود عملی زندگی میں اسلام کی افادیت کے بارے میں ان کا تجسس موجود ہے اور اگر انہیں کوئی عملی مسلمان نظر آ جائے تو اس کی تکریم دل سے کی جاتی ہے اور شوق سے اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش بھی کی جاتی ہے۔ علماء سے لے کر عام مزدور تک اسلامی طرز حیات کو اپنانے میں نرم گوشہ ضرور رکھتے ہیں۔ اگر ان پر تسلسل سے محنت کی جائے تو مٹی بڑی نم ہے۔

۴۔ معاشی حالات:

سوویت یونین ایک عرصہ تک دنیا کی Supper Power رہا ہے۔ ان کی معاشیات نظریاتی طور پر اگرچہ ظلم اور جور کی بنیاد پر قائم ہوئی ہے اور انسانوں کے ساتھ جانوروں کے ریوڑ کی طرح برتاؤ کیا جاتا رہا ہے مگر اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس خطہ زمین (خاص طور پر مسلمان ریاستوں) کو فیاضی سے نعمتیں عطا کی ہیں۔ زمین کی زرخیزی، معدنیات اور پھلوں کی بہتات نے ساری معاشیات کا بوجھ سنبھال رکھا ہے۔ علاقہ کی قدرتی خوبصورتی تاریخی طور پر ثابت ہے۔ نہایت موزوں موسمی حالات اپنا پورا کردار ادا کرتے ہیں۔ ان تمام عوامل کی وجہ سے معاشی طور پر علاقہ خوشحال ہے۔ زراعت ترقی یافتہ ہے۔ کپاس کی فصل اچھی ہے خاص طور پر پھلوں کی بہتات اور اعلیٰ معیار غالباً" پورے روئے زمین کے علاقوں کی نسبت اول درجہ رکھتا ہے۔ قدرت نے موسموں کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ پھلوں کی بھی اعلیٰ مناسبت یہاں قائم کر دی ہے۔ باغوں میں مختلف پھلوں کے جھرمٹ دیکھ کر بہت لطف آتا ہے اور انہیں کھانے سے طبیعت مسحور ہو جاتی ہے سمرقند و بخارا کی قدرتی خوبصورتی پر تاریخ میں جو مدح سرائی کی گئی ہے۔ وہاں دیکھنے کے بعد واقعی حقیقت پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔

سفری حالات

۵۔ ہوائی اڈا کی مشکلات:

کراچی تاشقند کے سفر کو پی آئی اے اور ازبکستان ایرویز دونوں نے Low Priority دی ہوئی ہے لہٰذا فلائٹ کا ۵ گھنٹے تک لیٹ Operate کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ دونوں طرف سے Flight کافی لیٹ Operate ہوئی تھی تاشقند پہنچنے کے بعد ہوائی اڈا پر Clear ہونے میں تقریباً ۳-۵ گھنٹے لگ سکتے ہیں کیونکہ وہاں زبان کا مسئلہ انتہائی سنگین ہے عام طور پر اشاروں

کنایوں سے تمام مسائل حل کرنے پڑتے ہیں اس سفر کے دوران تاشقند جانے والی فلائیٹ میں میں پہلا مسافر تھا جو ائیرپورٹ سے Clear ہو کر باہر آیا اور مجھے ۳ گھنٹے لگے۔ باقی سارے مسافر بعد میں آئے جو ۵ گھنٹے تک آتے رہے۔

۶۔ ٹریول ایجنسی:

پاکستان ٹریول ایجنسیاں روایتی طور پر دھوکہ باز اور چور ہیں۔ جس کی وجہ سے ہوٹل میں کمروں کی بازیابی مسئلہ تھی اور تاشقند سے آگے کا سفر بھی ناممکن تھا۔ کسی طرح ہوٹل انتظامیہ کی فراخ دلی کے باعث کمرے تو مل گئے مگر تاشقند سے سمرقند اور بخارا کا سفر پرائیویٹ ٹیکسی میں کیا جس کے ۳۰ ہزار روبل زیادہ خرچ کرنے پڑے۔ بہرحال مجموعی طور پر سفر علاقے کی خوبصورتی کے باعث پر لطف رہا۔

۷۔ تاشقند کے حالات:

یہاں پر بنیادی مسئلہ زبان کا تھا۔ جس کے لیے ایک مترجم رکھنا پڑا جس کو ۱۰۰ ڈالر مزید ادا کرنے پڑے۔ انگریزی سمجھنے کا اس کا اپنا معیار بس گذارے کے مطابق تھا۔ مگر کام چلتا رہا۔

ا۔ دینی ماحول:۔ علماء زیادہ تر سعودیہ سے تعلیم یافتہ ہیں مگر ان پر اپنا ازبکی رنگ غالب ہے۔ کھلے ذہن کے لوگ ہیں نہایت ملنسار اور تصوف کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے مشتاق ہیں اگر بات سمجھ میں آ جائے تو مان جاتے ہیں۔ روایتی مولویوں والی ہٹ دھرمی، نخوت اور علمی تعصب نہیں پایا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ تاشقند کی تاریخی درسگاہ (جو حضرت عبیداللہ احرارؒ کے دور میں قائم ہوئی، جس کو کمیونزم نے تاراج کیا اور اب دوبارہ تعمیر کے مراحل میں ہے) کے امام صاحب (محمد قاسم صاحب) کے ساتھ تصوف پر بڑی پر مغز اور نہایت مدلل بحث ہوئی جس کے نتیجہ میں وہ حلقہ ذکر میں داخل ہوئے۔ ظاہری بیعت بھی کی اور میں نے انہیں ازبکستان کا امیر مقرر کیا تاکہ حلقہ ذکر کو آگے بڑھایا جا سکے۔ بظاہر وہ پر خلوص آدمی نظر آتے تھے اور تمام علماء میں سماجی طور پر زیادہ پر اثر بھی تھے۔

ب۔ تاشقند کے دو اور علمائے کرام بھی بعد میں تشریف لائے۔ نفس، روح، برزخ اور تصوف کے جواز میں قرآنی دلائل پر بات چیت ہوئی۔ وہ بھی بیعت ہوئے اور حلقہ ذکر میں نہایت شوق سے بیٹھتے رہے۔ ان کی وساطت سے مزید ۶ آدمی حلقہ ذکر میں داخل ہوئے اور بیعت کر کے ذکر اللہ کی محفل کو آباد کیا۔

اللہ ان کو مزید استقامت اور ترقی درجات سے نوازے (آمین)

ج۔ عام لوگوں تک رسائی فی الحال مشکل نظر آتی تھی۔ کیونکہ حکومتی بندشوں کے باعث وہ صبح سے شام تک اپنے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں اور رات کو کسی کے گھر جانا اس معاشرے میں مناسب خیال نہیں کیا جاتا۔ زبان کا مسئلہ ہر جگہ شدت سے آڑے آتا تھا۔ کیونکہ صبح ۹.۰۰ بجے سے لے کر رات کے ۹.۰۰ بجے تک مترجم کی ڈیوٹی بھی ختم ہو جاتی تھی اور وہ گھر سدھار جاتا تھا۔ دن کی اپنی سخت مصروفیات کی وجہ سے ہم بھی رات کو عشاء کی نماز

کے بعد واپس ہوٹل آجاتے تھے۔

د۔ یہاں عام تاثر یہ ہے کہ مساجد اور مدرسوں کا نظام دوبارہ موثر ہو جائے گا اور عام آدمی کی زندگی میں علماء کا عمل دخل شروع ہونے کا قوی امکان ہے۔ اس Strategy کو سامنے رکھ کر علماء پر محنت کی گئی جس کے اچھے نتائج سامنے آئے اور انہی کی وساطت سے عام لوگ بھی حلقہ ذکر میں داخل ہوئے۔

ر۔ عام طور پر جو پاکستانی حضرات وہاں جاتے ہیں ان کا مقصد عیاشی یا سیرو تفریح ہوتا ہے وہ ملک و قوم کے بارے میں نہایت گھٹیا اور سطحی قسم کا تاثر چھوڑتے ہیں جس کی وجہ سے بھی تعلیم و تبلیغ اور ذکر اللہ کی دعوت کے لیے مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ غیر ملکی حضرات اس تاثر کی وجہ سے بھی دینی بات چیت سننے سے اعراض کرتے ہیں۔

ز۔ تاشقند میں چند تاریخی مساجد اور بھی ہیں جن میں احمد ۔طوی٘ کا مدرسہ کافی مشہور ہے جس کے ساتھ ایک میوزیم بھی ہے جس میں قرآن و حدیث کے انتہائی نادر اور قیمتی قلمی نسخے موجود ہیں۔ جن میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے وقت تلاوت کیا جانے والا قرآن بھی ہے اور اس پر خون کے قطرات موجود ہیں۔ مگر تاریخی طور پر یہ صحیح طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ یہ وہی قرآن پاک ہے کیونکہ سلطنت عثمانیہ کے دور میں ترکی کے میوزیم میں جو قرآن پاک لاکر رکھا گیا تھا اس کے بارے میں تاریخی قوی روایات موجود ہیں کہ یہ وہی ہے جس کی تلاوت کے دوران حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔

واللہ اعلم بالصواب

بہرحال وہاں کے امام صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ تصوف پر خوب پر لطف بات ہوئی۔ انہوں نے ذکر کرنے کی خواہش ظاہر کی ان کی مسجد میں تقریباً آدھ گھنٹہ محفل ذکر جمی رہی۔ دوبارہ ملاقات کا وعدہ تو ہوا مگر ایفاء نہ ہو سکا کیونکہ وقت نہیں بچا تھا۔

۸۔ سمرقند اور بخارا کا سفر:

تاشقند سے سمرقند تقریباً ۳۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ٹرین سروس بھی ہے مگر سفر غیر محفوظ اور پر تھکن اس لیے ٹیکسی پر جانے کا پروگرام بنا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ۲۶ اگست کی دوپہر کو چلے اور مغرب سے ایک گھنٹہ پہلے سمرقند پہنچ کر امیر تیمور کے اتالیق برہان الدین کلیچ کے مزار سے متصل مسجد میں نماز عصر پڑھی وہاں سے پیدل امیر تیمور کے مزار پر گئے جو کہ نہایت عبرتناک منظر پیش کر رہا تھا۔

یہ وہی امیر تیمور ہے جس نے سبزوار اور نیشاپور کو تاراج کرتے ہوئے ایک لاکھ بیس ہزار انسانی سروں کا مینار چنوایا اور اس پر حکما لکھوایا۔
"امیر تیمور کے سامنے مزاحمت کرنے کا انجام"

آج اسی کے مزار پر ایک عام سا سپاہی کھڑا تھا۔ جس نے واپسی پر نہایت عجز سے عرض کیا کہ اس کی قبر کی مرمت کے لیے کچھ چندہ دیتے جائیں اور ہم نے امیر تیمور کے نام پر ۱۰ روبل کی بھیک دی تاکہ قبر مرمت ہو سکے۔

کاش انسان اپنی اس حقیقت کو اسی دنیا میں سمجھ جائے تو آخرت کی طرف سفر میں آسانی ہو۔ اللہ کریم ہر مسلمان کو اسی دنیا کے پرخار راستوں سے محفوظ و مامون

دار آخرت تک پہنچنے کی توفیق ارزان فرمائے۔ آمین۔

ب۔ سمرقند میں ہی خواجہ عبیداللہ احرارؒ کا مسکن ہے جہاں حاضری کا بڑا شوق تھا۔ مغرب کی نماز سے پہلے حضرتؒ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ بہت اونچے چبوترے سے بنا دیئے گئے ہیں۔ تاکہ کوئی آدمی قبر تک نہ جا سکے۔ غالبا یہ بھی کیمونزم کی چالاکی ہے۔ بہرحال جوتے اتار کر چبوترے پر چڑھ گئے اور کافی دیر حاضر رہے۔ ذکر کی محفل انتہائی پر لطف رہی۔ فیوض و برکات ظاہرا" اور واضح محسوس کیے گئے۔ کاش قلب بینا ہوتا تو یہ نظارے کتنا مزہ دیتے۔ اللہ سے قوی امید ہے کہ وہ اس نعمت سے بھی ضرور سرفراز فرمائے گا۔ انشاء اللہ۔

مغرب کی آذان ہوئی تو مسجد میں با جماعت نماز ادا کی۔ رات کو مترجم کے دوست کے ہاں ٹھہرے جس نے میزبانی کا حق ادا کیا اور ہم نے جواب میں صرف دعائیں ہی دیں جو اس نے خندہ پیشانی سے قبول کر لیں۔

۹۔ بخارا:

سمرقند سے بخارا مزید ۳۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے ۲۷ اگست کی صبح نماز فجر کے بعد سمرقند سے روانہ ہوئے۔ ۲۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر امام اسماعیل بخاریؒ کا (مصنف بخاری شریف) مزار ہے۔ اشراق تک وہاں پہنچ گئے۔ قرون وسطیٰ کے دور کی نہایت پر شکوہ مسجد جس کی عظمت اور دبدبہ آج بھی قائم ہے اس کے صحن سے متصل چار دیواری میں حضرت امام صاحب استراحت فرما ہیں قبر پر حاضری کے وقت انوارات کا طوفان ظاہرا" محسوس ہو رہا تھا اور تقریبا ہر ساتھی کی یہی کیفیت تھی۔ آدھ گھنٹہ حاضری رہی۔ قبر انتہائی خوبصورت سفید پتھر سے بنی ہوئی ہے۔ جس کی تراش خراش کسی ماہر صاحب فن کے ذوق کا پتہ دیتی ہے۔ قبر پر کتبہ بھی موجود تھا جس پر حضرت کا سن وفات ۲۹۵ھ درج تھا۔ اشراق سے فارغ ہو کر آگے سفر جاری رکھا۔ ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد ڈرائیور نے گاڑی میں پٹرول ڈلوایا تو بستی والوں کے اصرار پر ان کے ہاں پارٹی میں شمولیت کے لیے رک گئے کسی بچے کے ختنے کی خوشی میں یہ پارٹی ہو رہی تھی بچے کے والدین نہایت تپاک سے ملے اور انہوں نے قرآن سننے کی فرمائش کی۔ میں نے سورہ القاریہ کی تلاوت کی۔ تقریبا ۱۵ منٹ ان کے سامنے انگریزی میں دین کی عظمت بیان کی۔ خواتین و حضرات دونوں نے بڑے انہماک سے مترجم کی وساطت سے سنی۔ ان کی پر خلوص فرمائش پر ان کے حق میں دین و دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح کے لیے دعا کی۔ بچے کی والدہ نے خصوصی دعا کی مزید فرمائش کی تو دوبارہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس طرح کھانے کے بعد ان سے رخصت چاہی۔

تقریبا ایک بجے کے قریب بخارا پہنچے سیدھے حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ (جو ہمارے سلسلہ عالیہ کے اس خطہ کے نمائندہ ہیں) کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔ محض اس ہستی کے ہاں حاضری کے شوق کے باعث بخارا کا سفر کیا تھا۔ ورنہ سمرقند سے واپسی کا پروگرام تھا۔ حضرت خواجہ نقشبندؒ کا مزار شکست و ریخت کا شکار تھا۔ اب گنبد کی مرمت کا کام شروع ہوا ہے۔ شاید کچھ وقت کے بعد مزار کی مرمت مکمل ہو سکے۔ حضرتؒ کے

مزار کے گرد دیوار چن دی گئی ہے اور پتھروں کی چھت بھی ڈالی دی گئی ہے تاکہ کوئی مزار کو دیکھ نہ سکے۔ بہرحال وہیں دیوار کے پاس بیٹھ کر ذکر کیا۔ فاتحہ پڑھی اور کچھ دیر بعد واپسی ہوئی۔ ایک گھنٹہ تک گاڑی میں بخارا کی سیر کی۔ نہایت خوبصورت اور قدرتی نعمتوں سے مالا مال خطہ ہے۔ جس کی شاعروں نے اپنی تحریروں میں دل کھول کر مدح کی ہے۔ واقعی یہ اسی لائق ہے۔

۱۰۔ بخارا سے واپس تاشقند:

آج جمعرات ہے اس لیے پروگرام یہ بنا ہے کہ اگرچہ سفر تو تقریباً ۷۰۰ کلومیٹر بن جاتا ہے مگر ڈرائیور لے جاسکے تو رات کو تاشقند ہی پہنچا جائے۔ ڈرائیور سے مشورہ اس لیے ضروری تھا کہ وہ صبح ۳۰۰ کلومیٹر سمرقند سے بخارا لے کر آیا تھا۔ اب تاشقند واپسی تک کا سارا سفر گنا جائے تو ۱۰۰۰ کلومیٹر بن جاتا ہے۔ ڈرائیور صاحب خاموش طبع اور کچھ ہم مزاج بھی تھے۔ اس لیے نہایت سکون سے سٹیرنگ پر بیٹھ گئے اور مزے مزے سے گاڑی چلاتے ہوئے رات کو ۱۱ بجے تاشقند پہنچ کر ہی دم لیا راستے میں ہم نمازوں کے لیے رکتے رہے اور وہ صرف چائے کے لیے۔

۱۱۔ تاشقند میں آخری دن:

آج ۲۸ اگست بروز جمعۃ المبارک ہے۔ فجر کی نماز مدرسہ کو کلتاش (بانی حضرت عبداللہ احرار) میں ادا کی۔ پروگرام یہ بنا کہ آج ازبکستان میں آخری دن ہے اس لیے جتنے احباب سے ذکر اللہ کے موضوع پر محنت ہوتی رہی ہے۔ ان سے ملاقات کی جائے اور مرکز قائم کرنے کے بعد تنظیمی ہدایات دی جائیں۔ ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کی جائے اور تمام حل طلب امور سے عہدہ برا ہوا جائے۔

لہٰذا مقامی ساتھیوں سے مشورہ کے بعد مغرب کا وقت مقرر ہوا۔ اسی مدرسے میں دوپہر کو نماز جمعہ ادا کی اور شام کا معمول بھی یہیں رکھا۔ حسب پروگرام ساتھی اکٹھے ہوئے بعد از صلوٰۃ المغرب ذکر اللہ ہوا تمام ظاہری بیعتیں بھی آج ہوئیں۔ تاشقند میں مرکز قائم ہوا۔ جناب مولانا مفتی محمد قاسم صاحب امیر مقرر کیے گئے انہیں تمام انتظامی ہدایات دیں۔ ان ساتھیوں کے مکمل کوائف نوٹ کیے۔ حضرت مدظلہ' اور ناظم اعلیٰ صاحب کے Address انہیں دیے تاکہ خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہو اور مزید ہدایات انہیں مرکز سے ملتی رہیں۔ ۲۹ اگست کو سحری کا ذکر بھی یہیں کرنے کا پروگرام بنا۔ جو مقامی ساتھی اس جگہ سے تقریباً ۱۵۔۲۰ کلومیٹر دور رہتے تھے وہ بھی سحری کے ذکر میں شامل ہوئے۔

اختتامی دعا ہوئی۔ نماز فجر کے بعد اجازت مانگی نہایت محبت اور شفقت سے ان لوگوں نے الوداع کہی۔ ہم نے اشراق واپس ہوٹل میں ادا کیے۔ کیونکہ ۱۰ بجے صبح جہاز کی روانگی تھی اور کم از کم ۳ گھنٹے پہلے پہنچنا اشد ضروری تھا۔ اس لیے ۷ بجے صبح ایئرپورٹ پہنچ گئے۔ جہاز ۲ گھنٹے تاخیر سے روانہ ہو کر ۳۰۔۳ بجے سہ پہر کراچی اتر گیا اور میں نے رات ۳۰۔۸ بجے کی فلائٹ سے ملتان پہنچ کر عشاء کی نماز گھر پر ادا کی۔

مسائل اور ان کا حل

۱۔ زبان کی ناواقفیت ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ جس کے حل

کے لیے مترجم کی خدمات ضروری ہیں۔ مگر مترجم اردو سے ازبکی زبان والا ہو تو بہتر ہوگا کیونکہ وہاں انگریزی کا معیار خاصا کمزور ہے۔

۲۔ یہ خطہ تقریباً ایک صدی تک کفر کے تسلط میں رہا اور کمیونزم نے اسلام کو نہایت مضبوط چوٹیں لگائی ہیں مگر جہد مسلسل اور پر خلوص مساعی سے لوگوں کو دوبارہ اسلام آشنا کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ۶ مہینے میں ایک دفعہ ان لوگوں سے Physical رابطہ رہے تو اچھے نتائج مرتب ہو سکیں گے۔

۳۔ سلسلہ عالیہ کی ترویج کے لیے کسی طرح اگر بنیادی کتب کا ترجمہ ازبکی زبان میں ہو سکے تو یہ نہایت معاون ثابت ہوگا یا پھر اردو زبان سے ازبکی زبان جاننے والا آدمی ان لوگوں کو سلسلہ عالیہ کی کتب کے ترجمے پڑھ کر سنائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

۴۔ اس علاقے کے سفر کے لیے مارچ، اپریل، اگست اور ستمبر مناسب مہینے ہیں۔ کسی موزوں وقت پر اگر حضرت مدظلہ چند دنوں کے لیے تشریف لے جائیں تو کام کی رفتار نہایت تیز ہو سکتی ہے اور سلسلہ عالیہ کی ترویج میں بھی ترقی یقینی ہے۔

۵۔ باقی وسط ایشیائی اسلامی ریاستوں میں بھی اس طرح کے مشن بھیجے جائیں تاکہ وہاں سلسلہ عالیہ کا جامع تعارف ہو سکے۔

بقیہ : الجہاد

آپ کو یہ سسٹم ایڈاپٹ کرنا ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جتنے دیندار لوگ ہیں یہ منظم ہو کر ایسے لوگوں کو منتخب کریں ایسے لوگوں کو ووٹ دیں جو اسمبلی میں جا کر اس سسٹم کو بدل سکیں جو حکومتی سطح پر جا کر ان افواج کو جو غلط طور پر استعمال ہوتا ہے روک کر ان کو صحیح سمت دے سکیں اگر یہ طریقہ غلط ہے تو اس کو بدلنے کے لیے بھی تو کسی کو اقتدار میں جانا ہوگا تو آپ آدمی تلاش کریں آپ اچھے لوگوں کو آگے بھیجیں دوسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اب ہم اسلام اسلام کہتے ہیں تو حکومت مداخلت نہیں کرتی تو ہم اپنے معاملات اسلام کے مطابق طے کیوں نہیں کرتے اس سے ہمیں حکومت تو نہیں روکتی حکومت نے تو اب ایک قانون بنا دیا ہے آپ قتل کا فیصلہ بھی کر لیں تو جو فیصلہ آپ کی کونسل یا پنچائیت یا جو آدمی آپ ثالث چن لیتے ہیں دونوں فریق تو جو فیصلہ وہ کرتے ہیں حکومت باؤنڈ ہے عدالت باؤنڈ ہے اس پر ایک گاؤں میں قتل ہوتا ہے آپ دس آدمیوں کو دو آدمیوں کو ثالث بنا لیتے ہیں آپ فیصلہ کر کے ڈپٹی کمشنر کو بتائیں وہ رولنگ دے دے گا۔

بقیہ : سوال و جواب

نے تو پوری دنیا میں پھرنا ہوتا ہے تو کسی نہ کسی جگہ لیکن اپنے پیسے میں اس میں نہیں ڈالتا اور بچتا ہی بہتر ہے رزق جو اللہ سے مقدر ہے ملتا ہی رہتا ہے آدمی کی تھوڑی سی سوچ ہی کا فرق ہے اگر وہ اختیار کر لے حلال پر تو اللہ اسے بھوکا نہیں مرنے دیتا حلال بھی اتنا ملتا رہتا ہے

بروناٸی دلیس میں

: ڈاکٹر عظمت مبشر :

دارالعرفان کے شب و روز کا نشہ تو وہی سمجھ سکتا ہے جسے یہ لذت چکھنا نصیب ہو اور اس جگہ سے جدائی کا دکھ بھی اسی کو ہو سکتا ہے جس کے دل کو اس جگہ کی قدر و منزلت سے آگاہی ہو۔ لیکن جس طرح ہر چیز کی ایک اصل ہوتی ہے اسی طرح دارالعرفان کی روح بھی شیخ کی ذات ہے۔ حضرت مدظلہ اگر یہاں تشریف رکھتے ہوں تو جسم میں روح کی مانند ہر طرف تازگی نظر آتی ہے اور اگر حضرت کہیں دورے پہ چلے جائیں تو ذکر اذکار اور معمولات میں فرق تو نہیں آتا لیکن ایک عجیب سی افسردگی طاری ہو جاتی ہے اور ایک خلا سا (جسے اصولاً ہونا بھی چاہیے) پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ اللہ کا احسان اور حضرت جیؒ کی دعاؤں اور حضرت مدظلہ کی خصوصی شفقت ہے کہ اگر حضرت دارالعرفان میں ہوں تو یہاں رہنے کی سعادت بھی مل جاتی ہے اور جب حضرت کہیں جانے کا ارادہ کریں تو مجھے ساتھ لے لیتے ہیں اگر ساتھ جانا ممکن نہ ہو تو کسی اور کام پر لگا دیتے ہیں' کسی اور جگہ بھیج دیتے ہیں۔ اسی طرح جب حضرت مدظلہ ماہ اکتوبر میں متحدہ عرب امارات گئے تو مجھے چترال بھیج دیا اور جب نومبر میں عمرہ کے لیے حرمین شریفین چلے تو فرمایا دوبارہ شمالی چترال کے علاقے میں دوائیاں لیتے جاؤ" حضرت کے ساتھ ان کے اہل خانہ بھی جا رہے تھے۔ جب ہم دارالعرفان سے نکلے تو راولپنڈی تک کے سفر میں روزہ اطہر کے سوا کسی۔ چیز کی طرف دھیان نہیں جاتا تھا۔ ایک ہی خیال تھا کہ کاش شیخ کی معیت میں ایک بار حاضری نصیب ہو جائے لیکن یقیناً اب تک بہت کمی ہے کہ اس سعادت سے تا حال محروم ہوں۔ اسلام آباد ائیر پورٹ پر حضرت کو رخصت کرنے کے بعد میرا پاکستان میں کام ہی کیا تھا سب کچھ تو سوئے حرم چل دیا۔ دل کئی مرتبہ بیٹھ بیٹھ گیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں لیکن ایک عملی ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے جو کام سامنے تھا اس کا سوچنے لگا اور حضرت کے حکم کے مطابق چترال چل دیا۔

رات پشاور میں عطا اللہ جان صاحب کے ہاں قیام کیا اور حاجی صاحب اور غلام قادری صاحب کے ساتھ ذکر نصیب ہوا۔ سعید کو ساتھ لیا اور صبح چترال کے لیے بذریعہ سڑک روانہ ہوئے کیونکہ موسم کی خرابی کیوجہ سے پروازیں بند تھیں۔ عصر کے قریب دیر پہنچے تو پتہ چلا کہ لواری ٹاپ پر برف پڑ چکی ہے اور راستہ کافی خراب ہو گیا ہے۔ ہماری ویگن کا ڈرائیور کچھ تو نشے میں تھا اور کچھ یوں بھی فطرتاً دلیر

تھا۔ کسی بات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ اس کچی سڑک کے موڑ اور چڑھائی چڑھتا رہا۔ جب کہیں زیادہ برف آ جاتی تو جھٹ ایک نشے والا سگریٹ منہ میں لیتا اور پھر ہر چیز سے بے نیاز آگے بڑھنا شروع کر دیتا۔ میں اور سعید فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ باہر بلا کی سردی تھی اگر شیشہ کھولتے تو پوری ویگن کی سواریاں شور مچاتیں اور اگر بند رکھتے تو چترالی ثانی (چرس) کی کثیف دھوئیں کے مرغولے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لیتے۔ مغرب ٹاپ سے پہلے ہی ہو گئی اور پھر اندھیرے میں جوں جوں اوپر گئے برف بھی زیادہ ہوتی چلی گئی اور سردی بھی۔ ہر موڑ پر سواریاں اتر کر گاڑی کو دھکا لگاتیں اور اللہ اللہ کر کے ہم عشاء کے قریب ٹاپ پر پہنچ گئے۔ اترائی چڑھائی سے بھی مشکل ہوا کرتی ہے لیکن ڈرائیور اپنی ہی ذات میں مگن کسی نہ کسی طرح آدھی رات تک ہمیں سید آباد لے ہی آیا۔ وہاں حاجی جان محمد صاحب کو زحمت دینے کی بجائے ہم مسجد میں جا سوئے۔ صبح جب حاجی صاحب ذکر کے لیے آئے تو بہت خفا ہوئے کہ انہیں کیوں نہ جگایا! بہرحال یہ چترال کا روایتی اخلاق ہے اور حاجی صاحب تو ان کے پیش رو ہیں اس لیے معذرت کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ جب کہیں ان کا غصہ دور ہوا۔ ناشتے کے بعد کافرستان کی طرف روانہ ہوئے۔ پتہ چلا کہ تینوں وادیاں باقی دنیا سے کٹ کر رہ گئی ہیں۔ ممبریت کی سڑک حال ہی میں بند ہوئی ہے اور باقی دو وادیاں بحریر اور رمبور تقریباً دو سال سے اپنی سڑکوں کا ماتم کر رہی ہیں یہ وہ وادیاں ہیں جہاں ہم شیخ کی معیت میں بڑی بیجو میں تین سال پہلے آئے تھے۔ دل میں خیال آیا کہ اگر ترقی کی یہی رفتار رہی تو شاید آئندہ تین سال تک چترال بھی پیدل ہی آنا پڑے۔

خیر ہمیں تو اپنا کام کرنا تھا لہٰذا دوائیوں کا تھیلا سعید کی کمر پر سوار کیا کپڑوں کا بیگ اپنے اوپر لادا اور چل پڑے۔ ایک وادی میں پہنچے تو لوگوں کے پرتپاک استقبال اور دارالعرفان ممبریت کی خوبصورت فضاؤں نے ساری کوفت زائل کر دی۔ سارا دن مریض دیکھتے اور باقی وقت میں ذکر اذکار میں چلتا رہا۔ شیخ اگر حرمین میں ہوں تو توجہ کا کیا عالم ہو گا! بس مزے ہی مزے تھے اور ہم لوٹ رہے تھے باتوں ہی باتوں میں لوگوں سے پتہ چلا کہ یہاں کوئی چشمہ ہے جس کا پانی بالکل سوڈا واٹر کی طرح ہے۔ ڈاکٹر کا تجسس جاگا اور ہم نے رمبور جاتے ہوئے راستے میں ۱۵ میل کا پیدل چکر لگاتے ہوئے وہ چشمہ نہ صرف دیکھا بلکہ اس کا پانی بھی پیا اور اللہ کی قدرت کے صدق دل سے قائل

اپ کا ذائقہ تھا پٹھان لوگ دور دور سے اسے پینے آتے ہیں اور

بھی ہوئے بالکل سیون آب حیات سمجھ کر پیتے اور بقول ان کے صحت یاب ہو کر واپس چلے جاتے میں پہاڑ چڑھ چڑھ کر تھکا ہوا تھا اس لیے وہاں ایک کپ چشمے کا پانی پیا لیکن کیونکہ چشمے کا پانی تھوڑا گرم ہوتا ہے اور گرم سیون اپ پینا تھوڑا مشکل کام ہے چنانچہ میں نے قریبی نالے کا یخ پانی پینا شروع کر دیا۔

ظہر ادا کی اور نالے کا پانی تھوڑا سا مزید پینے کے بعد واپس جانے لگا تو ایک پٹھان سے رہا نہ گیا۔ بولا اتنی دور آئے ہو اور یہ متبرک پانی بھی نہیں پیتے اگر نالے کا ہی پانی پینا تھا تو اتنی دور کیوں آئے؟" میرے منہ سے نکل گیا کہ نالے کا پانی زیادہ مزیدار ہے۔ بس پھر کیا تھا سب کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔ ایک نے تو اپنا دیا ہوا کپ بھی میرے ہاتھ سے چھین لیا۔ ہم نے بھی خیریت اسی میں جانی کہ ان کے جذبات کو مزید ٹھیس پہنچانے کی بجائے واپسی کی راہ لی جائے۔ رات عشا کے قریب رمبور پہنچا تو سخت تھک چکا تھا۔ یہاں کی ۹۰ فیصد کے قریب آبادی کیلاش ہے۔ ہمارے ان سے اچھے مراسم ہیں لھذا جاتے ہی پہلا قیام انہیں کے پاس کیا۔ عشاء وہاں کی اکلوتی مسجد میں پڑھی تو وہاں کے ہیڈ ماسٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ بہت ہی اچھے انسان ہیں۔ بڑی محبت سے کھانا کھلایا اور اپنے ہی کمرے میں بستر لگوا دیا۔ ان کی کوششوں سے وہاں اسلام کو خوب ترقی ہو رہی ہے۔ اللہ انہیں مزید ہمت دے اور ان کی کوششیں قبول فرمائے۔ حسب معمول وادی کے مریض دیکھے اگرچہ سعید کا پہاڑ چڑھ چڑھ کر برا حال تھا لیکن وقت کی کمی کے باعث ہم نے فیصلہ کیا کہ واپس حاجی صاحب کے گھر ہی پہنچا جائے۔ تقریباً عصر کے قریب دوستوں کو ملتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے اور ابھی ہمیں ۱۰ میل کا سفر پیدل طے کر کے منزل تک پہنچنا تھا۔ رات دیر سے پہنچے لیکن حاجی صاحب نے بندوبست کیا ہوا تھا۔

اگلی صبح مجھے انتہائی شمالی چترال بروغل کے لیے روانہ ہونا تھا۔ مریضوں کو دیکھتے دیکھتے دوپہر ہو گئی۔ جب جمعہ کی نماز پڑھ کر چترال کی مسجد سے نکلے تو اللہ نے مدد بھیج دی۔ جیپ سے ایک شخص اترا اور گلے لگا کر ملتے ہوئے بولا کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا بروغل جاؤں گا کہنے لگا میں بھی ادھر ہی جا رہا ہوں ساتھ ہو جائیں" سعید کیونکہ اس علاقے کے حالات لوگوں سے سن چکا تھا اس لیے ساتھ جانے پر رضا مند نہ ہوا اور مجھے اکیلے ہی آگے جانا پڑا۔ وہ رات ہم نے راغ میں بسر کی اور صبح چلے تو عصر کے قریب کہیں اپنے میزبان کے گھر پہنچے یہ وادی پارخون کا پہلا گاؤں دم چپالی تھا اور میرا میزبان رحمت اکبر خان یہاں کے علاقہ کا حاکم تھا یہ گاؤں مستوج سے آگے ہے اس رات ان کی میزبانی سے لطف اندوز ہوا اور رات بروغل کے علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کیں جیسے جیسے آگاہی ہوتی گئی بات مشکل لگنے لگی لیکن جس کے شیخ حسن میں بیٹھے ہوں اس کو کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ مختصراً معلومات یہ تھیں کہ اگلی صبح اگر جیپ مل گئی تو تقریباً چھ سے آٹھ گھنٹے کے سفر کے بعد ژویوں پہنچ جائیں گے وہاں سے مجھے تقریباً ۷۰، ۶۰ میل پیدل بروغل جانا پڑے گا۔ راستے میں گاؤں تو ہیں چھ سات لیکن کہیں کہیں ان کے درمیان فاصلہ ۲۰، ۱۵ میل تک بڑھ جاتا ہے۔

اللہ کا نام لے کر صبح سڑک پر جا بیٹھے اور

تقریباً ۷ بجے جیپ مل گئی اور پھر اس سڑک پر سفر شروع ہو گیا۔ جو صرف ڈرائیور کو نظر آتی تھی۔ مجھے تو کافی کوشش کے بعد بھی جو کچھ نظر آیا اسے سڑک نہیں کہا جا سکتا۔ جیپ پیدل چلتی رہی اور ہم کچھ دیر تک تو یہی سوچتے رہے کہ اس کی رفتار آدمی کی رفتار سے کم ہے یا زیادہ لیکن کچھ ہی موڑ مڑنے کے بعد جب پارخون کی وادی کھلنا شروع ہوئی تو سب کچھ بھول کر فطرت کے حسن میں غرق ہو گئے۔ برف پوش چوٹیاں اور درمیان میں دو میل تک چوڑی وادی اور اس کے بیچوں بیچ دریائے چترال جو اب دریائے مستوج بن گیا تھا۔ تقریباً چار گھنٹے کی مسافت کے بعد ایک جگہ چائے کے لیے رکے تو کیونکہ میں چائے کا عادی نہیں اس لیے ٹانگوں کو سیدھا کرنے کے لیے ادھر ادھر ٹہلنے لگا ایک ڈبہ سا دیکھ کر اس کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ پورے سال کے درجہ حرارت کو ریکارڈ کرنے والا سورج کی شعاعوں سے چلنے والا آلہ نصب ہے۔ یہ آغا جان فاؤنڈیشن والوں نے نصب کر رکھا ہے لیکن شاید کوئی دیکھ بھال کے لیے کبھی آیا ہی نہیں۔ کچھ ایسا ہی ماحول تھا۔ رحمت اکبر صاحب اس علاقے کے جدی پشتی حاکم ہیں لیکن وہ بھی آج تک یہاں نہیں آئے تو دوسروں کو کیا ضرورت ہے۔ بہرحال درجہ حرارت پڑھا اور ٹھٹھر کر رہ گیا زیادہ سے زیادہ ۱۰C اور کم سے کم ۲۰C یہ دوپہر کا وقت تھا اور ابھی تو میں نے جیپ میں سفر نالے کے ساتھ ساتھ پتھروں پر کیا۔ تقریباً ۸ گھنٹے کے سفر کے بعد ژویو پہنچ گئے۔ نہ کوئی جان نہ پہچان، نہ ساتھی نہ مددگار، نہ راستے کا پتہ نہ ہی پیش آنے والی مصیبتوں کا لیکن ایک بات دل میں تھی کہ جس کے کام کے لیے آیا ہوں وہ کام سے بھی واقف ہے اور اس سے بڑا مددگار بھی کوئی نہیں۔ قریبی گھر کا درواز کھٹکھٹایا۔ ایک دوشیزہ نکلی۔ بے اختیار پوچھا اردو آتی ہے؟ بولی "ہاں مڈل تک پڑھا ہے" فوراً ایک لوٹا پانی کا سوال کیا تاکہ وضو کر کے نماز پڑھ سکوں کہ ظہر کا وقت جا رہا تھا۔ نماز سے فارغ ہوا تو بولی "کون ہو؟" بتایا کہ ڈاکٹر ہوں اور مریضوں کے علاج کے لیے آیا ہوں یہ بات کیا کہی کہ ہوا نے سارے علاقے کو خبر کر دی۔ میں نے بمشکل ۵،۱۰ منٹ علاقے کی قلم بنائی ہو گی کہ گھر مریضوں سے بھر گیا۔ مریض دیکھتے دیکھتے کافی رات ہو گئی۔ صبح ابھی ناشتے سے فارغ نہ ہو پایا تھا کہ مریض آنا شروع ہو گئے۔ بہت جلدی کرتے ہوئے بھی ۱۰ بج گئے میں نے اپنا بیک پیک کمر پر لادا اور اگلی منزل کے لیے روانہ ہوا وہاں کے مقامی لوگوں کو بھی صحیح طور پر معلوم نہ تھا کہ میری اگلی منزل تک کا فاصلہ ۱۳ میل ہے یا ۲۱۔ جہاں جانا تھا اس گاؤں کا نام شت پچدن تھا اور اس سے زیادہ میں کچھ نہ جانتا تھا۔ دریا کے ساتھ چلتے چلتے گردو پیش کے حسن کا باریک بینی سے مشاہدہ کرتے ہوئے سوچتا رہا کہ ہر کسی کا ایک کام ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنی راہ پہ چلنے کی توفیق دیدی۔ حضرت حسن میں تشریف فرما ہیں اور

حضرت جیؒ پر اللہ کریم کروڑوں رحمتیں فرمائے کہ ہم جیسے گئے گزرے لوگوں پر کہ جنہیں ہمارے کے خاندان والے بھی ہر برائی کا موجد سمجھتے تھے ان مغرب زدہ ذہنوں کو صاف کر کے انہیں فطرت کی دلکشی دکھلائی۔ آنکھیں جو ہمیشہ کلبوں کی چکا چوند میں رہتی تھیں اب برف پوش چوٹیوں پر سورج کی کرنوں سے چند حیاتی ہیں اور ان لامتناہی سلسلوں کو دیکھ دیکھ کر سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کی تسبیح گردانتی ہیں۔ انہیں چٹانوں پہ چلتے چلتے ظہر کا وقت ہو گیا۔ مجھے چلتے ہوئے چار گھنٹے ہو چکے تھے۔ پتھروں اور دریا کے پانی کے علاوہ میرے گرد اور کوئی آواز نہ تھی۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ پاؤں پتھر پر پڑتے ہوئے ایک گونج پیدا کرتا تھا اور بس——

اب میں تقریباً دربند کے علاقے سے گذر رہا تھا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پہلی صدی ہجری میں عربوں کا مقابلہ یہاں کے مقامی بدھ مت لوگوں سے ہوا اور انہوں نے پہلی دفعہ اس وادی میں اللہ اکبر کی صدا بلند کی اللہ! اللہ! کیسے لوگ تھے صحرا سے اٹھے اور بگولے کی مانند دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا صحرا کی گرمی ان کی راہ روک سکی نہ برف پوش وادیوں کی سردی دیوار بنی وہ اپنی ہی دھن میں مست ایک ہی گیت گاتے رہے۔ یکایک فاصلے سمٹ گئے، وقت کی رفتار تھم گئی۔ میری نظروں کے سامنے روضہ اطہر تھا اور وہی بارگاہ حاضری دینا تو سعادت کی بات ہے ہی لیکن اس ہستی کے مشن کو دنیا میں ہر جگہ لیجانا اصل ہے بے اختیار دھیان شیخ کی طرف گیا کہ اس مشن کو لے کر کہاں نہیں گئے۔ بنگلہ دیش کے جنگلوں سے لے کر چترال کی بلندیوں تک امریکہ کے شہروں سے لے کر افریقہ کے سوانا تک۔ عرب کے ریگزاروں سے لے کر یورپ کی چراگاہوں تک، لاس اینجلس سے لے کر ٹوکیو تک۔ اگر سورج نے یہ ساری جگہیں دیکھی ہیں تو آج الحمدللہ ہر جگہ اللہ کی یاد میں مگن لوگ بھی اسے نظر آ رہے ہوں گے۔ تھوڑے ہوں گے یا زیادہ لیکن ہوں گے ضرور اور وہ ہستی خود اپنے محبوب کے پاس حرمین میں بیٹھی ہے۔ ہر چیز نظر کے سامنے تھی جس نے بھی رسول اللہ سے تعلق کا دعویٰ کیا اسے دنیا کے نشیب و فراز سے بے پرواہ ہونا پڑے گا۔ یہ عشق جب جاگتا ہے تو پھر آدمی کو رکنے نہیں دیتا اور اگر انسان میں یہ استقامت نہیں بیدار ہوتی تو میرے خیال میں محض عشق کا دعویٰ ہی ہو گا عشق نہیں۔ نظر آسمان کی طرف گئی سورج بادلوں کے پیچھے چھپ چکا تھا۔ وہیں سامان رکھا اپنی بساط ہی کیا۔ کہاں پہ رہتے ہوئے آج تک اسے جانتے نہیں لیکن پھر بھی ان کی آواز میں آواز ملانے کو بے اختیار دل چاہا اور قبلہ رو ہو کر اذان دی۔ اللہ! یہ اللہ اکبر کی آواز بہت کمزور ہے۔ اس میں ہزار کوتاہیاں ہیں لیکن تو اسے قبول فرمالے اور اس وادی میں جہاں کوئی تیرا نام لیوا نہیں ؛ جس کی چوٹیاں اللہ اکبر کی آواز کو ترس گئی ہیں انہیں پھر سے اسی نعرۂ مستانہ سے سرفراز فرما دے۔ اذان کے

بعد کچھ دیر انتظار کیا لیکن وہاں کون تھا جو آتا نماز پڑھی اپنا بوجھ پیٹھ پر لادا اور آگے چل دیا۔ ہر اٹھتے قدم کا مقصد معلوم تھا اور اگر استاد موجود ہو تو شاگرد کو مشکل نہیں ہوتی۔ حضرت مدظلہ نے آتے وقت ہر بات سمجھا دی تھی اس لیے قریباً عصر کے وقت مشت پہنچ گیا اب ہلکے ہلکے برف کے گالے گرنا شروع ہو گئے تھے لیکن ان کا ایک اپنا سحر تھا۔ حسب دستور مریضوں سے فارغ ہو کر رات دیر تک مقامی لوگوں سے جان پہچان پیدا کرتا رہا۔ زبان کا مسئلہ تھا لیکن دل کی زبان کام دے رہی تھی اور محبت کی بیل پروان چڑھنا شروع ہو گئی۔

اگلی صبح پھر وہی میں' وہی دریا اور وہی پہاڑ تھے۔ آج میں صبح ہی صبح چلدیا کہ فاصلہ زیادہ طے کرنا تھا راہ میں لشت گاؤں آتا تھا یہ یہاں کی مرکزی جگہ تھی یہاں سو کے قریب گھر آباد ہیں۔ ان سے واپسی پر مریض دیکھنے کا پروگرام بنا کہ میں عصر کے قریب غیرارم پہنچا۔ موسم کافی خراب ہو چکا تھا سارا دن تیز سرد ہوا چلتی رہی اور کبھی کبھار تو برف کے ذرات بھی ہوا میں تیرنا شروع ہو جاتے سورج آج کے دن اپنی کرنیں زمین پر پہنچانے میں ناکام رہا اور ہم سردی میں ٹھٹھرے ہوئے ہاتھوں سے مناسب جگہیں قلماتے رہے۔ غیرارم میں پہلے ہی میری آمد کی اطلاع پہنچ چکی تھی اس لیے مریضان منتظر پائے اور یہ سلسلہ رات گئے تک چلتا رہا۔ رات جب اپنے کمرے میں تنہا رہ گئے تو ہر قسم کی سوچیں دماغ میں در آئیں آئندہ راستے کے بارے میں سوچنے لگا کہ گائیڈ (راہنما) کے بغیر آگے جانا چاہیے یا نہیں اگلا گاؤں کم از کم بیس میل دور ہے۔ اگر ایک دفعہ سفر شروع کر دیا تو واپس آنا مشکل ہو جائے گا۔ پھر خیال شیخ کی طرف گیا تو حرمین سامنے آگئے اور ہم اپنی محبوب ہستیوں کے تصور میں کھوئے کھوئے نجانے کب نیند کی وادی میں پہنچ گئے آنکھ کھلی تو گھڑی معمول کی طرح وہی صبح کے ساڑھے چار بجا رہی تھی۔ تہجد کے لیے اٹھ کر جو دروازہ کھولا تو باہر ہر طرف برف کی چاندی بکھری پڑی تھی۔ برف ساری رات پڑتی رہی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر نماز پڑھی تو ناشتہ آگیا وہاں کے لوگ بہت مہمان نواز ہیں لیکن میں ان کا کھانا نہیں کھا سکتا۔ ہزار کوشش کے بعد دو کے بعد تیسرا لقمہ حلق سے نہیں اتر پاتا۔ کالی کافی کے دو کپ پیئے اور سامان لئے باہر آ کھڑا ہوا۔ میزبان پر تشویش نظروں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ موسم انتہائی خراب تھا۔ ایک دفعہ خیال بھی آیا کہ اتنی برف باری میں ۲۰ میل چلنا کوئی دانشمندی نہیں لیکن جب اس سے ہاتھ ملا کر مڑا تو قدم آگے کی جانب اٹھ گئے۔ انتہائی خوبصورت وادی مزید خوبصورت ہو گئی تھی ایسے ہی تھا جیسے کوئی حسین دوشیزہ شادی کا سفید جوڑا پہن بن ٹھن کر بیٹھ گئی ہو ان پہاڑوں اور وادیوں نے بھی اپنا بے داغ لباس پہن لیا تھا اور آئندہ جون تک یہ خوبصورت لباس ان کے حسن کو مزید نکھارنے کا سبب بنا رہے تھے۔ راستہ آہستہ آہستہ تنگ ہوتا ہوا

دشوار گزار ہوتا جا رہا تھا۔ یا تو ایکدم پہاڑ پر چڑھ جاتا تھا یا پھر ایکدم نیچے اور برف میں چڑھائی اور اترائی دونوں ہی مشکل ہو جاتی ہیں جہاں سیدھا رستہ آتا تھا وہاں دونوں طرف چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں اور درخت برف سے لدے بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ راستے میں کئی دفعہ راہ بھولا کچھ دور تک واپس بھی آنا پڑا۔ ۲۰ میل کے سفر میں اپنی غلطیوں سے کچھ اور میل شامل کر کے جب شام کے قریب پہنچ اوس پہنچا تو ہاتھ سردی سے سن ہو چکے تھے۔ کندھے وزن اٹھا اٹھا کر سن ہو چکے تھے کندھے وزن اٹھا اٹھا کر شل ہو گئے تھے اگر کوئی چیز تازہ دم تھی تو ٹانگیں جو چلتی ہی جا رہی تھیں یا پھر جذبہ جو بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ویسے بھی جہاں چیلنج ہو وہاں مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ یہاں تو قوت ارادی بھی جواب دے گئی لیکن شیخ کی توجہ نے نہ صرف سنبھال لیا بلکہ آگے بڑھنے کے لیے ایک نیا ولولہ بھی عطا کر دیا۔ راستے میں کیمرے سے فلم بنانا جوئے شیر لانے جیسا تھا۔ ہاتھ اس قدر یخ ہو چکے تھے کہ کیمرہ سٹارٹ کرنے والے بٹن بھی نہ دبائے جاتے تھے۔ برف باری سارا رستہ اسی ایک رفتار سے پڑتی رہی جس سے ۱۰۰ گز دور کی چیز بھی نظر نہ آتی تھی۔ رات پہنچ اوس میں گذاری لیکن حیرت اس بات پر ہوئی کہ اتنے شدید موسم میں بھی جب لوگوں کو پتہ چلا کہ ڈاکٹر آیا ہے تو مریض جمع ہونا شروع ہو گئے۔

رستہ بھر کئی نقوش پردۂ تصور میں ابھرتے ڈوبتے رہے ان تین ہفتوں کی یادیں خواب لگتی تھی۔ کبھی کیلاش بچی جو مسجد میں ناظرہ قرآن پڑھ رہی تھی نظروں کے سامنے آجاتی اور کبھی وہ کیلاش لڑکا نگاہوں میں گھوم جاتا جس نے ساڑھے سات پارے قرآن حفظ کر لیا ہے کبھی وہ کیلاش لڑکیاں یاد آجاتی جو فقط اس لیے مسلمان ہونا چاہتی تھیں کہ مسلمان اچھے انسان ہوتے ہیں اور عیاشی نہیں کرتے۔ کبھی وہ ویگن کا کنڈکٹر ابھرتا جو ننگے پاؤں چترال جاتے ہوئے کم و بیش ایک گھنٹے ویگن کے آگے آگے راستہ دیکھتا جا رہا تھا۔ کبھی بروغل کے مناظر نظروں کے سامنے گھومنے لگتے یہ ساری یادیں ایک فلم کی مانند چلتی رہی حضرت مدظلہ کی کوششوں پر ایسے ثمرات کی توقع بھی نہ تھی لیکن دارا لکفر میں لوگ نہ صرف مسلمان ہونا چاہتے تھے بلکہ ہر سو محبت کے سوتے پھوٹنے لگے تھے۔ انہیں چیزوں سے پتا چلتا تھا کہ پیچھے اس ہستی کا کتنا خلوص شامل ہے ہم تو محض شطرنج کے پیادوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اصل ڈور تو کہیں اور مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مدظلہ کو اپنی حفاظت اور پناہ میں رکھے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رہے ان خیالات کا سلسلہ نجانے کب تک چلتا کہ کنڈیکٹر نے کہا کہ دارالعرفان آگیا ہے اپنا سامان اٹھایا اور نیچے اتر گیا۔ یہ وہی دارالعرفان ہے جہاں سے ہدایت و محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ کاش لوگ اس کی حیثیت جان سکیں جانی پہچانی سی مسجد سے گذر کر حضرت کے کمرے کی طرف گیا تو پتہ چلا کہ حضرت گھر تشریف لے گئے ہیں

MONTHLY AL - MURSHED

اپریل 1993ء

Reg. No. 8607.

غبارِ راہ

بے حد شگفتہ، اُجلی اُجلی اور جذب کرنیوالی تحریر

حصّہ دوم بھی چھپ چُکا ہے۔

جس میں سفر بھی ہے، سیر بھی ہے، مزاح بھی ہے، تہذیبِ مغرب کی عکاسی اور تجزیہ بھی ہے۔ مگر ان سب کے علاوہ اور ان سب پر مقدم اُس مقدس اور عظیم مشن کی تکمیل اور اپنے فرض کی ادائیگی کا احساس ہے جو اس تحریر کو ایک منفرد شان، حُسن اور مقصدیت بخشتا ہے۔ اِس پائے کی تحریر صرف ایک ہی قلم کی زینتِ نوک ہو سکتی ہے

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ،

کے سفرناموں کا مجموعہ

قیمت : ۱۴۰ روپے

AWAISIA SOCIETY, COLLEGE ROAD, TOWNSHIP
LAHORE : CODE 54770